جملہ حقوق محفوظ

نصیحت کا کرن پھول

یعنی

تعلیم نسوان کے متعلق دلچسپ قصہ
کے پیرایہ میں اظہارِ خیالات

از

شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم
سابق پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور

سنہ ۱۹۱۷ء

باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب منیجر و پرنٹر
اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا

تعداد ۴۰۰۰ بار

قیمت فی جلد ۸ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اِس کتاب کا مسوّدہ مجھے والد ماجد کے ایک بہت پُرانے بستہ میں ملا - معلوم ہوتا ہے - کہ اُنہوں نے ۱۸۶۴ء میں لکھا تھا - پنڈت من پھول صاحب اس وقت جناب نوّاب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کے میر منشی تھے - پنڈت صاحب مرحوم کے قلم کی ایک یادداشت مورخہ ۱۲ر جون ۱۸۶۴ء مسودہ کے آخر میں لگی ہوئی ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسب الایماے حکام وقت تعلیم نسوان کی ترقی کی غرض سے یہ کتاب لکھوائی گئی تھی - مسوّدہ بہت کٹا پھٹا ہے - اس سے خیال پیدا ہوتا ہے - کہ کبھی اس کو کسی نے صاف نہیں کیا - اور اُسی بستہ میں بندھا پڑا رہا - چونکہ اُس وقت لڑکیوں کو پڑھانا معیوب سمجھا جاتا تھا - اس لئے اس قسم کی تصنیفات کی ضرورت حکام کو محسوس ہوئی ہوگی - اگرچہ اُس زمانہ اور اس وقت کے حالات و خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے - اور اس سبب سے بعض باتیں زمانہ حال کے لحاظ سے بہت پُرانی معلوم ہونگی - لیکن کم سے کم ناظرین کو اتنا تو معلوم ہو جائیگا - کہ جو ترقی تعلیم نسوان میں اہل وطن نے سالہا سال کی کوششوں میں کی ہے اُس کا

راستہ مُصنّف نے آج سے ۴۰ برس پہلے دکھا دیا تھا۔ کتاب کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصنّف نے تشبیہ و استعارہ کو جو اُن کے کلام کا مخصوص جوہر ہے۔ کسی جگہ نہیں آنے دیا۔ کیونکہ لڑکیوں کے لئے اور خاص کر ایسی صورت میں جب وہ بالکل مبتدی ہوں بہت آسان اور سیدھی سادی زبان ہونی چاہیئے۔ جیسے وہ روزمرّہ اپنے گھروں میں بولتی ہیں۔ پہلے میرا ارادہ اس کتاب کو چھپوانے کا نہ تھا۔ مگر بہت سے احباب متقاضی ہوئے۔ کہ اس کو چھپوانا چاہیئے۔ اس لئے چھپوا دیا۔ اس کے شائع ہونے سے دو فائدے ضرور ہونگے۔ اوّل تو مستورات اس کو دلچسپی کے ساتھ پڑھینگی۔ اور دوسرے مصنّف کا انداز تحریر جو آج سے بیالیس برس پہلے تھا۔ معلوم ہو جائیگا۔ اس لئے میں اس مختصر رسالہ کو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ مضمون کتاب کی نسبت اتنی بات عرض کر دینی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ناظرین اس کو ایک فرضی قصّہ نہ خیال کریں۔ ایک صاحب جن کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا فی الحقیقت چین گئے تھے۔ اور یہ اُن کے صحیح حالات اور چشم دید واقعات ہیں ؎

خاکسار

بندہ محمّد ابراہیم
رجسٹرار عدالت مطالبہ خفیفہ و
منصف لاہور

مورخہ یکم اپریل ۱۹۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصیحت کا کرن پھول

ایک شخص مرزا شریف نام سوداگر پیشہ ایران سے واردِ ہندوستان ہوا۔ آدمی نیک نیّت اور خوش معاملہ تھا۔ جیسی نیت ویسی برکت چند روز میں بہت سا نفع حاصل ہوا۔ اور جائداد پیدا کی۔ جب کارخانۂ لین دین بہت بڑھ گیا دیکھا کہ اب وطن کو جانا نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں ایک خاندان شریف و نجیب نیک چلن دیکھ کر شادی کی۔ مثل مشہور ہے۔ کہ اچھوں کے اچھے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ مرزا شریف آپ آدمی اشراف نیک نیت بھلا مانس تھا۔ بی بی بھی ایسی نیک چلن نیک بخت ملی کہ خدا کی بندگی کے ساتھ خاوند کی تابعداری بجا لاتی۔ اور جب عبادتِ الٰہی سے فرصت پاتی گھر کے بنانے سنوارنے میں مصروف ہوتی۔ کھانے پکانے کی خبر لیتی۔ نوکروں چاکروں کے کام کاج کو دیکھتی بھالتی۔ ماں باپ نے سینا پرونا بیل بخیہ گوکھرو ٹھپّہ بنت کلابتون سب کام سکھلا کر پانچوں اُنگلیاں پانچوں چراغ بنائے تھے۔ جب گھر کے کام سے فرصت پاتی تو خاوند

کے واسطے اچھے اچھے کپڑے اور زیبا لباس سی کر تیار کرتی۔ خاوند بھی اس کی خوبیوں اور محبوبیوں کو دیکھ کر بہت محبت کرنے لگا اور کل گھر کا اختیار اُس کے ہاتھ دے دیا ؛

غرض اسی طرح دونو عیش و آرام سے رہنے سہنے لگے۔ بعد چند روز کے بی بی حاملہ ہوئی اور نو مہینے کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام سعیدہ رکھا اگرچہ باپ کو نہ کچھ خوشی ہوئی نہ غم ہوا۔ لیکن ماں کو فرزند کی بڑی خوشی تھی۔ وہ افسردہ ہوگئی۔ مرزا شریف نے بی بی کی دلداری اور خوش کرنے کے لئے سامان خوشی کا زیادہ تر کیا اور سمجھایا کہ تم غمگین کیوں ہوتی ہو خدا کی پیدائش میں یہی دو چیزیں ہیں یا بیٹی یا بیٹا ہزار ہزار شکر ہے کہ بیٹی ہوئی اگر خدا نخواستہ کوئی ایسی چیز ہوتی کہ نہ بیٹا ہوتا نہ بیٹی ہوتی تو ہم کیا کرتے۔ اور بڑا شکر تو یہ ہے کہ تم زندہ و سلامت رہیں اور اللہ نے خیر و عافیت سے مشکل آسان کی ؛

غرض تمام رشتہ داروں اور دوست آشناؤں کی دعوت کی غریب غربا کو کھانے کھلائے۔ بھوکوں کا شکم سیر کیا۔ لڑکی باپ کے سایہ اور ماں کی تربیت میں پرورش پانے لگی۔ مرزا شریف کی کوٹھیاں ملک ملک میں جاری تھیں۔ اور ہر ولایت کے سوداگروں سے لین دین تھا۔ ملک چین میں بھی ایک کوٹھی

تھی - وہاں کے گماشتہ کا خط آیا - اُس میں لکھا تھا -
کہ یہاں سوداگروں میں باہم تکرار ہوئی اور مقدمہ
نے یہاں تک طول کھینچا - کہ نوبت بادشاہ تک
پہنچی - خاقانِ چین نے بندوبست لنگرگاہ اور آئین
محصول کا از سرِ نو مقرر کرنا چاہا ہے - ملک التجار
نے حکم دیا ہے - کہ گماشتوں کی گفتگو پر اس باب
میں خاطر جمع نہیں ہو سکتی اور جب تک اصل
کوٹھی دار بذاتِ خود شامل جلسہ نہ ہوں فیصلہ کامل
اس کا نہ ہوگا - اس واسطے مناسب ہے - کہ اس
عرضی کو دیکھتے ہی آپ سامانِ سفر فرمائیں - مرزا شریف
نے بی بی سے حال بیان کیا اور کہا کہ مجھے ملک
چین کا سفر درپیش ہے وہ سُنتے ہی افسردہ خاطر
ہو کر چپ ہو گئی - مرزا شریف بھی اُس کی غمگینی
سے غمگین ہوا - لیکن اُس کی تسکین کے لئے کہا -
کہ بی بی تم غمگین نہ ہو سفر کی عمر کوتاہ ہے -
انشاء اللہ چند روز میں دن جُدائی کے بسر ہو جائینگے -
خدا جامع المتفرقین ہے وہ پھر ملا دیگا - بی بی دُنیا
کے ایسے ہی معاملات ہیں - کیا کریں یہاں راحت
کا مقام نہیں - بے محنت مشقت کئے آرام نہیں -
تم خاطر جمع سے سب گھر کو لئے ہوئے بیٹھی رہو اور
کچھ فکر نہ کرو - خدا سے دُعا مانگو کہ بخیر و عافیت
وہاں پہنچوں اور سہی سلامت وہاں سے پھر کر آؤں -
ملک چین کے تحفہ تحائف تمہارے واسطے لاؤں - اگرچہ

اس وقت تمہیں اور مجھے دونو کو جُدائی بُری معلوم ہوتی ہے - لیکن تم بھی جانتی ہو - کہ جیسا اپنی چیز کا درد اپنے تئیں ہوتا ہے دوسرے کو نہیں ہوتا آپ کام مہا کام - اگر میں نہ جاؤں تو میرا کام کون کرے - بی بی خدا کسی کی محنت اکارت نہیں کھوتا - تم دیکھوگی - کہ اس کا ثمرہ بہت بہت اچھّا ہوگا - بی بی نے ایک آہِ سرد کھینچی اور کہا - کہ صاحب افسردگی میری کچھ تمہاری جدائی پر نہیں ہے - کیونکہ میں بھی جانتی ہوں مردوں کو واسطے پھرنے چلنے اور محنت مشقت کرنے کے بنایا ہے اور عورتوں کے لئے گوشہ میں بیٹھنا اور گھر بار کا سنبھالنا زیبا ہے - لیکن اس وقت سعیدہ جو میرے سامنے کھیلتی ہوئی آئی تو اُسے دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ خیر اور تو ہر طرح خدا کی ہی سب نعمتیں اُس نے دے رکھی ہیں - لیکن اگر اپنی عنایت سے ایک فرزند بھی عنایت کرتا - تو کیا خوب ہوتا - اوّل تو یہاں کے خط لکھنے کا وہاں کے خط پڑھنے کا آرام ہوتا - دوسرے مثل مشہور ہے کہ سر سے سرداہا تم نے تو ہزاروں کوس کا سفر اختیار کیا دیکھئے کب آنا ہو میں پا شکستہ گھر میں بیٹھی ہوں باہر نہیں جا سکتی کوٹھی کے کار و بار گماشتوں کے حساب کتاب کو دیکھتا بھالتا رہتا کہ کھیتی خصموں سیتی - مرزا شریف اوّل سُن کر خاموش ہوا - بعد ازاں مسکرا کر کہنے لگا

کہ بی بی یہ تو بہت آسان بات ہے اور کچھ تردّد کی جگہ نہیں ۔ بیٹے میں کیا ہے جو بیٹی میں نہیں ہے ۔ ہاں بزرگوں کی لیاقت اور تربیت شرط ہے ۔ مجھے تو اب سفر درپیش ہے اس واسطے کچھ نہیں ہو سکتا ۔ لیکن تم یہاں موجود ہو سعیدہ کو تربیت کرو اور اسے پڑھاؤ لکھاؤ انشاء اللہ یہی تمہارے واسطے فرزند ہے ۔ بی بی سن کر ہنسنے لگی اور کہا کہ صاحب تمہیں کچھ خبر ہے ۔ بھلا لڑکیاں بھی کہیں پڑھی لکھی ہوئی ہیں ۔ مرزا نے کہا کہ خیال کرو جن ماں باپ کی اولاد لڑکا اُنہیں کی اولاد لڑکی ۔ جیسے ہاتھ ۔ پاؤں ۔ آنکھ ۔ ناک ۔ ہوش ۔ حواس اُس کے ویسے ہی اس کے پھر کیا معنے کہ لڑکا تو پڑھے لکھے اور لڑکی لکھ پڑھ نہ سکے ۔ مگر بڑی خرابی یہ ہے کہ اس بیچاری کے حال پر کوئی توجہ نہیں کرتا اس واسطے کام کاج جو ہاتھ پاؤں سے ہوتا ہے وہ تو کر لیتی ہے ۔ پڑھنا لکھنا جو عقل اور سمجھ سے تعلّق رکھتا ہے اس سے معذور رہ جاتی ہے ۔ بلکہ دیکھ لو بچپن میں جو لڑکیاں گڑیاں کھیلتی ہیں اور اپنے کھیل کی خوشی میں موٹے جھوٹے شلنگے بھر کر کچھ سی لیتی ہیں یا ہنڈ کلھیا پکاتی ہیں اسی واسطے سینے پرونے کھانا پکانے کا کام خاصہ کرتی ہیں ۔ بلکہ ہم مردوں سے ویسا نہیں ہو سکتا ۔ ہم تو چٹکی میں سوئی تک نہیں پکڑنی جانتے ۔ لیکن

عقل اور سمجھ عورتوں کی ان سے بیکار ہو جاتی ہے۔
جیسے کسی کے ہاتھ یا پاؤں کو مُدّت تک بندھا رکھیں
اور آخر کو خشک ہو کر ہلنے جُلنے سے اپاہج رہ جاے۔
خدا کے فضل سے مجھے یہ لڑکی بہت ہونہار معلوم
ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے
چکنے پات اس کا قیافہ کہتا ہے کہ ذہن اس کا بہت
تیز ہوگا۔ اب یہ تمہارے اختیار ہے اور تم پر فرض
ہے۔ کہ اس کے حال سے غافل نہ رہو نہیں تو خدا
کے ہاں اس کا عذاب ثواب تم پر ہوگا۔ بی بی نے
جب یہ سُنا۔ تو متعجب ہو کر کہنے لگی کہ صاحب خدا
کے واسطے عذاب ثواب کا نام نہ لو میرے رونگٹے
کھڑے ہوتے ہیں۔ میں تو جانتی تھی تم ہنستے ہو
لیکن اب معلوم ہوا کہ سچ مچ پڑھانے لکھانے کو کہتے
ہو۔ ہم نے تو آج تک یہی دیکھا اور یہی بزرگوں
سے سُنا کہ جیسا مرد کے واسطے لکھنے پڑھنے سے
یا سی محنت مشقّت سے رزق حاصل کرنا واجب ہے۔
اِسی طرح عورت کے واسطے اپنے کونہ گوشہ میں بیٹھے
ہوئے گھر کا کام کاج کرنا مناسب ہے۔ عورت کو
لکھنے پڑھنے سے کیا کام اُس کا فقط یہی کام ہے
کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہے کھانا پکانا سینا پرونا
گھرداری کے کام کرے۔ باہر میاں۔ گھر میں بی بی۔
مرزا شریف نے کہا کہ یہی تو تمہاری نادانی ہے۔
کہ بات کو سمجھتی نہیں گھر کا کام کرنے کو کون منع

کرتا ہے - لیکن مطلب اتنا ہے کہ جس طرح بعضی عورتیں پھوہڑ اور بے سلیقہ ہوتی ہیں بُرا بھلا جیسا ہوا پکا کھا لیا - جب اس سے فراغت ہوئی تو پلنگ پر چڑھی بیٹھی رہی یا آپس میں لڑتی رہی - گھر میں کوڑے کے ڈھیر لگے ہیں - گھر کی اور لڑکے بالوں کی کچھ خبر نہیں - تمہارے ہندوستان میں جو بڑی سگھڑ عورتیں ہیں سگھڑاپا اُن کا اسی میں ختم ہو جاتا ہے - کہ بچّوں کے موٹے جھوٹے کپڑوں میں لمبے لمبے شلنگے بھر لیتی ہیں - ہماری ولایت میں یہ نہایت عیب کی بات ہے - اُنہیں چاہیئے پہلے لکھنا پڑھنا سیکھیں - رنگ برنگ کے کھانے پکانے جانیں - سینے پرونے میں بڑی بڑی باریکیاں اور رنگینیاں ہیں اُس میں کمال حاصل کریں - اگر زیادہ نہ ہو تو اس قدر سینا ضرور چاہیئے کہ اُن کے گھر کے لباس درزی کے محتاج نہ ہوں - اکثر بھلے مانس جن کی عورتیں پھوہڑ اور بے سلیقہ ہوتی ہیں اُن کے مرد اگر ذرا سا کپڑا پھٹ جائے تو رفو کرانے کو حیران ہوتے ہیں - اُن کے بچّے پھٹے کپڑے پہنے ہوئے کنگالوں کی طرح پھرتے ہیں - جس گھر کے کپڑے درزی سیتا ہے اگر حساب کریں تو برس دن میں اُن کے ہاں سے کم سے کم پچاس روپے درزی کے ہاں جاتے ہیں - اگر یہ کام عورتیں آپ کریں اور روپیہ گھر کا گھر ہی میں رہے تو کیا بُرا ہے - پچاس روپیہ میں ایک رقم معقول

زیور کی بنتی ہے۔ اور اگر اسی طرح حساب پھیلادیں
تو خیال کرو بعد چند سال کے کیا ہوتا ہے۔بی بی نے
کہا سچ کہتے ہو تمہیں یاد ہوگا جس سال میری طبیعت
بدمزہ تھی اور حکیم صاحب نے منع کیا تھا۔ کہ سینے
پرونے پر آنکھیں نیچی نہ کرو تو تین مہینے تک مغلانی
نوکر رکھی تھی نو روپے مہینے کے حساب سے ستائیس
روپے اُسے دینے پڑے تھے۔ اور دونو وقت کھانا
جُدا۔ مرزا شریف نے کہا کہ اس سُگھڑاپے کی رسم کا
ہمارے ایران میں بہت رواج ہے۔ ہم تم تو درکنار
ہیں۔ فتح علی شاہ بادشاہ قجر شہنشاہ ایران کی بیٹیاں
کپڑے سیتی ہیں اور انہوں نے اس دوخت کے کام
میں ایسا کمال پیدا کیا ہے۔کہ اُن کے ہاتھ کی فقط
بخیہ کی ٹوپیاں پانچ پانچ روپے کو بکتی ہیں۔وہ اپنے
باپ بھائی رشتہ داروں کے کپڑے سیتی ہیں۔جب اُن
سے فراغت ہوتی ہے۔ تو کلاہیں اور چغے سی سی
کر بازار میں بھیج دیتی ہیں جو اُس کی قیمت آتی ہے۔
اپنے کام میں لاتی ہیں یا راہ خدا میں صرف کرتی ہیں۔
میں ایک سیدھی سی بات تم سے پوچھتا ہوں اُس کا
مجھے جواب دو کہ عورت مرد کا کچھ ذکر نہیں لیکن
یہ خیال کرو کہ علم و ہنر اور سُگھڑاپا اچھا یا بے علمی
بے ہنری اور پھوہڑپن۔ اگر علم و ہنر کو اچھا سمجھتی
ہو۔ تو اُسے سیکھو اور اگر نہیں اختیار کرتی تو
صاف کہہ دو۔ کہ یہ سب چیزیں بُری ہیں۔

دیکھو چار آدمی تمہیں کیا کہینگے ؟

انصاف کرو لڑکیاں بڑی ہو کر چولھا پھونکیں ہاتھ پاؤں جلائیں پھوہڑ کہلائیں یہ اچھا یا یہ کہ اپنے گھر میں فرش بچھا ہوا ہے - نہالچہ پر تکیہ لگا ہے آگے کتاب رکھی ہے بیٹھی لکھ رہی ہیں یا پڑھ رہی ہیں - بچپن بے فکری کے دن جن میں دین دُنیا کا کچھ غم نہیں ہوتا اور فراغت سے علم کی تحصیل اور ہنر کے سیکھنے کی فرصت ہے اُس میں ماں باپ خبر نہیں لیتے - جب بیچاری بڑی ہو جاتی ہیں اور آپ اپنے دھندے میں پڑ جاتی ہیں پھر اتنی فرصت کہاں کہ کچھ حاصل کر سکیں - جب تک جیتی ہیں دکھ بھرتی رہتی ہیں میری دانست میں تو اس کا عذاب ثواب سب ماں باپ کے ذمّے ہے - بی بی سمجھ دار تھی سوچی اور بعد تامّل کے کہا کہ صاحب جو سارے زمانہ میں دستور ہے سو ہے زمانہ سے نرالی بات کیونکر کی جائے - نہیں تو آدمی نکّو بن جاتا ہے - مرزا شریف نے کہا کہ یہ سچ ہے لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ زمانہ میں یہ دستور کس نے باندھا ؟ دستور یا خدا کی طرف سے ہوتا ہے یا حاکم کی طرف سے یا عقل کے رو سے - یہاں ان تین باتوں میں سے ایک بھی نہیں - ہاں تمہارے ہندوستان کے چار جاہلوں نے مل کر جس چیز کو چاہا بُرا کر لیا جس کو چاہا بھلا ٹھیرا لیا - اور دھمکی یہ ہے کہ جو ہم کرتے ہیں وہی سب کریں

جو نہ کریگا اُسے برادری سے خارج کر دینگے - اس سے تو اچھّی بات بُری نہیں ہو سکتی - اور یہ بھی تمہارے ہندوستان کے لوگ ہیں جو ان باتوں سے ڈر جاتے ہیں - اگر عقل کی بات کو دس بے عقل مل کر بُرا کر دیں - تو ہم کبھی بُرا نہ مانینگے اس میں کوئی کچھ ہی کہے - بی بی نے کہا صاحب تمہیں ہندوستانیوں ہی کی نکتہ چینی چلی جاتی ہے ہندوستان بیچارے کی کیا تقصیر جو زمانے کا دستور ہے سو یہاں بھی ہے عورتوں کا کام سینا پرونا کھانا پکانا ہے - یہی سارے جہان کا دستور ہے وہی ہندوستان میں ہے - مرزا ہنسنے لگے اور کہا کہ تم نے جہان کو کہاں دیکھا جو تم اُس کے دستور سے واقف ہو - کوئیں کے مینڈک کو آسمان اُتنا ہی دکھائی دیتا ہے جتنا کوئیں کا منہ ہے وہ جانتا ہے کہ آسمان جو سارے جہان پر چھایا ہوا ہے - اتنا ہی ہوگا - اگر تم کو علم ہوتا اور کتابیں پڑھتیں اگلے پچھلے لوگوں کا حال معلوم ہوتا تو جانتیں کہ کیسی کیسی صاحب علم اور سُگھڑ بیبیاں گزری ہیں - دُور کیوں جاؤ اب ہماری ولایت میں چل کر دیکھو ہزاروں مستورات پڑھی لکھی موجود ہیں - تمہیں یاد نہیں تبریز سے جو میرے پاس خط آتے تھے - اُن میں میری والدۂ مرحومہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا پرچہ ہوتا تھا - دیکھو کیا خوشخط اور شیریں قلم لکھتی تھیں - بی بی نے کہا مرد تو اس واسطے پڑھتے ہیں کہ اُن کی

گزران کا یہی وسیلہ ہے۔ عورتوں کو کیا ضرور ہے اللہ مردوں کو اُن کے سر پر قائم رکھے کیا خدا نہ کرے اُنہیں نوکری کرنی ہے۔ مرزا نے کہا یہ تو تم سچ کہتی ہو کہ انہیں لکھنے پڑھنے کی نوکری نہیں کرنی لیکن حقیقت میں علم فقط روٹی ہی کمانے کے لئے نہیں بلکہ خدا کی خدائی اور بندہ کی بندگی بغیر علم کے دل پر کھبتی نہیں جو بندہ خدا کی وحدانیت اور قدوسیت خلاقی اور رزّاقی کو نہ جانیگا وہ کیا جانیگا کہ مجھے اُس کی عبادت کرنی واجب ہے یا نہیں اور ہے تو کس واسطے ہے۔ بے علم یہ بھی نہیں جانتا کہ نیک کام کیا ہے اور بد کام کیا ہے۔ اور اس بات کا سمجھنا تو بہت ہی مشکل ہے کہ نیک کام کرنا کیوں اچھّا ہے اور بد کام کیوں بُرا ہے۔ جو شخص یہ بھی نہ جانے کہ ہمارا کوئی پیدا کرنے والا ہے یا نہیں اور اگر ہے تو وہ کیسا ہے کیا خوبیاں اُس میں ہونی چاہئیں اور کیا کیا بُرائیاں ہیں کہ اُس میں نہ ہونی چاہئیں پھر وہ اُس کی عبادت کا طریق کیا جانیگا۔ یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ اگر کسی نے ماں باپ کے زور ظلم سے لڑکپن میں سیکھ لیا تو خیر۔ نہیں تو بڑی ہو کر دُنیا کے دھندے میں پڑ جاتی ہیں۔ علم دین کا کون سیکھتا ہے اور سیکھیں تو دُنیا کے کار و بار کے سبب ایسا دشوار ہو جاتا ہے۔ کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ علم کے سبب سے آدمی آدمی بنتا ہے اُس کے

اُس کے اخلاق دُرست ہوتے ہیں چال چلن نیک ہوتے ہیں خوبیاں اختیار کرتا ہے بُرائیاں ترک کرتا ہے۔ بھلائی کو بھلائی اور بُرائی کو بُرائی سمجھتا ہے اور یہ باتیں دل میں ایسی کھب جاتی ہیں کہ طبیعت اور عادت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ پھر سوائے بھلائی کے کوئی بُری حرکت اُس سے ہوتی ہی نہیں۔ اگر سمجھو تو علم کی بزرگی میں اتنا ہی کافی ہے کہ علم والا آدمی عالم اور بے علم آدمی جاہل کہلاتا ہے۔ علم کے سبب سے عقل اور فہم کو ترقی ہوتی ہے۔ پڑھا لکھا آدمی اپنی عقل کے زور سے جس کام کو کرتا ہے اس سُگھڑائی اور خوبصورتی سے کرتا ہے کہ اُس کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ ولایت انگریزی سے جو چیزیں بن کر آتی ہیں۔ اگر دو پیسہ کی ریل یعنی تاگوں کی پھرکی یا سُوئی کی پُڑیا ہوتی ہے تو اُسے بھی اس خوبصورتی اور صفائی سے بناتے ہیں۔ کہ یہاں اُس پر آنہ اور روپیہ خرچ کریں جب تیار ہو سبب اس کا فقط یہی ہے کہ اس کام کے کرنے والے سب پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔ پس اسی طرح اگر تم لوگ پڑھ لکھ کر اپنے آئینۂ عقل کو صاف کرو تو تمہارے کام کاج بھی ویسے ہی خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ ہونگے۔ اور اب اگر تم کو ایک کام میں چار باتیں آتی ہیں علم کے ذریعے سے نئی نئی باتیں روز بروز معلوم ہوں اور اُس کے سبب سے تمہاری طبیعت میں

خود ایک قوّت اور تیزی پیدا ہو کہ تم آپ نئی نئی باتیں پیدا کرو۔ گھر کا بنانا سنوارنا۔ ہر چیز کا اپنے موقع سے سجانا۔ اسباب کا اُٹھانا بٹھانا سَنیتنا سنبھالنا جس سے آرائش اور زیبائش گھر کی ہو گھر والی کے سُگھڑاپے پر منحصر ہے پھوہڑ آدمی سے کب ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں ایک آسان سی بات بتاتا ہوں تم خیال کرو کہ یہ گلدستہ تمہاری لونڈی بھی آخر آدمی ہے۔ لیکن کام باورچیخانہ کا اگر تم خود دیکھتی بھالتی نہ رہو اور کھانے کی خبرگیراں نہ ہوا کرو۔ تو یقین ہے کہ کھانا کھانے کے قابل ہرگز نہ ہو۔ اگر ایک دن تم نہ جاؤ۔ تو باورچی خانہ میں قدم رکھنے کو جی نہ چاہے۔ سبب اس کا فقط یہی ہے کہ اس کی عقل موٹی ہے اور سمجھ میں اس کی وہ تیزی اور باریکی نہیں جو تمہاری عقل میں ہے۔ اگر تم علم و ہنر سے اسے اور ترقی دو یقین ہے کہ تمہارے کام میں زیادہ تر صفائی اور زیبائی حاصل ہو۔ اگرچہ لڑکیوں کے پڑھانے لکھانے میں ہزاروں طرح کے فائدے ہیں لیکن مجھے ان سب فائدوں میں ایک فائدہ بہت پسند ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ علم کے ذریعے سے بُرائی کی خرابیاں اور بھلائی کے فائدے اُن کے دل پر نقش ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے چال چلن اور عادتوں کے سنوارنے کے لئے علم سے زیادہ کوئی چیز بہتر اور مفید نہیں۔ خدا گواہ ہے کہ جب میں بازار میں

کسی عورت کو بے پردہ پھرتے دیکھتا ہوں تو مارے شرم کے مجھے پسینا آ جاتا ہے - جب میں کسی بدچلن عورت کی بد چلنی دیکھتا ہوں - تو ایسا خدا کا خوف آتا ہے - کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - اور سبب اُن کی بد اطواریوں کا فقط یہی ہے کہ وہ اُس بُرائی کی خرابیوں اور نقصانوں سے واقف نہیں - بی بی اگر تم غور کر کے دیکھو اور سمجھو تو معلوم ہوگا - کہ بُرے کام خدا کے حکم سے تو بُرے ہیں - لیکن دُنیا میں بھی اُس سے ہزاروں طرح کی بُرائیاں اور نقصان اور تکلیفیں ہیں - مجھے یقین ہے - کہ اگر انسان کے دل پر اچھے کاموں کی بھلائیاں اور بُرے کاموں کی بُرائیاں جیسے کہ چاہیئے ویسی کُھب جائیں - تو اچھے کام سے کبھی خالی نہ رہے اور بھول کر بھی بُرائی کے پاس نہ جائے - دیکھو چونکہ انسان جانتا ہے - کہ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے جل جائیگا اور ہوتے ہوتے اس کا ایسا یقین ہو گیا ہے کہ کسی شخص کو کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں جہاں آگ کو دیکھیگا ہر ایک شخص بچ جائیگا - اور چونکہ جانتا ہے کہ پانی کا کام ٹھنڈا کرنا ہے اس واسطے بغیر سوچے سمجھے جب کوئی چیز جلنے لگتی ہے - اُسی وقت مُنہ سے نکلتا ہے کہ پانی ڈالو - بس اسی طرح سے بُرائیوں اور بھلائیوں کا حال ہے اگر انسان کے دل پر بُرے کام کی بُرائی اور بھلے کام کی بھلائی

کا یقین کامل ہو جائے۔ تو بُرے کام سے اسی
طرح بھاگے جیسے جلتی آگ سے۔ اور اچھّے کام
کی اسی طرح رغبت اور آرزو کرے جیسے کوئی گرمی
کی پیاس میں ٹھنڈا پانی چاہت سے پیتا ہے۔
یقین جانو کہ یہ ساری باتیں پڑھنے اور بزرگوں کی
تربیت سے حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ بے سیکھے سکھائے
کوئی چیز نہیں آ سکتی ہے۔ بی بی کی سمجھ میں کچھ آیا
اور کچھ نہ آیا۔ مگر لاجواب ہو کر کہنے لگی۔ کہ اچھا
مجھے تو تمہاری تابعداری سے کام ہے۔ لڑکی
ذرا بڑی ہو جائے اور سمجھ دار ہو اتنے عرصے
میں تم بھی سفر سے پھر آؤ گے جس طرح کہو گے
اُسی طرح ہو جائیگا۔ مرزا شریف نے کہا کہ اطاعت
اور تابعداری دوسری بات ہے اور در اصل بات
کا حق اور ناحق ہونا دوسری بات ہے۔ میری
خاطر سے نہ مانو بلکہ ان باتوں کو جو میں نے
بیان کی ہیں۔ پھر غور کرو۔ یقین جانو کہ عورتوں
کو پڑھانے اور ہنر کے سکھانے میں بہت فائدے
ہیں اور نہ پڑھانے اور بے تربیت رکھنے میں بڑی
بڑی خرابیاں ہیں۔ اور بلکہ واجب یہ ہے۔ کہ لڑکپن
سے اُنہیں پڑھانا اور ہر طرح کا ہنر سکھانا شروع
کریں۔ وجہ اس کی یہ کہ لڑکیاں بچپن میں اوقات
اپنی بالکل ضائع کرتی ہیں۔ گڑیاں کھیلتی ہیں یا
مٹی کے کھلونے توڑتی ہیں۔ روٹی کھاتی یا کپڑے

پھاڑتی ہیں - اس کے بدلے اگر یہ وقت اُن کے
پڑھانے لکھانے میں یا کوئی ہنر سکھانے میں صرف
ہو تو کیا خوب بات ہو - بجائے اس کے کہ لڑکیوں
میں کھیل کود کر شیطنت اور شرارت سیکھیں بہتر
ہے کہ ایک سُگھڑ اور با ادب استانی کے پاس بیٹھ
کر علم و ہنر اور ادب اداب سیکھیں - اُس کے
علاوہ یہ ہے - کہ لڑکیاں بچپن میں بالکل معصوم
ہوتی ہیں - اور چونکہ بے گُناہی کے جہان سے اس
دُنیا میں تازہ وارد ہوئی ہیں یقین ہے کہ نیک
کام کو جلدی دل اُن کا قبول کریگا - اور اُن کے
معصوم دل خیالات فاسد اور گناہوں سے بالکل
پاک رہینگے - بچپن میں بچّوں کی طبیعت نرم اور
دل مثل پگلائے ہوئے کندن کے ہوتے ہیں -
اس وقت جیسی اُنہیں عادت ڈالیں یا تربیت کریں
فوراً تاثیر اُس کی ہوتی ہے - اس کے علاوہ یہ
ہے - کہ اس بیکاری کے زمانے کی تھوڑی سی
محنت میں تمام زمانہ جوانی اور بڑھاپے کا چین
اور آرام میں گزرتا ہے - اور جہالت کی خرابیوں
اور تکلیفوں سے محفوظ رہتی ہیں - اور عاقبت میں
جو ہمیشہ کی زندگی ہے عیش دائمی میں گزرتی ہے
بزرگوں کو بھی زندگی میں کار خیر سے راحت پہنچاتی
ہیں اور ہمیشہ کے لئے نیک کاموں سے اور تربیت
اولاد سے خاندان کا نام روشن رکھتی ہیں - ہیں

نے پہلے بھی ذکر کیا ہے ۔ کہ آسان سے آسان کام ہو ۔ لیکن پڑھا لکھا آدمی جس سُگھڑاپے اور خوبصورتی سے اُسے کریگا ۔ اَن پڑھ نہیں کر سکتا ۔ بس اسی واسطے گھر کا خرچ برچ اور برداشت کا انتظام اور کام کاج کی تقسیم نوکروں میں اور آپ خبرگیری اُس کی جیسے سلیقہ سے پڑھی لکھی بی بی کریگی اَن پڑھ ہرگز نہیں کرسکیگی ۔ مرد بیچارے نوکری چاکری باہر کے کار و بار میں مصروف رہتے ہیں ۔ دن بھر محنت مشقت کرتے ہیں ۔ اوّل تو اس طرف متوجہ نہیں ہو سکتے ۔ اور توجہ کریں تو نا تمام ٭

واجب ہے ۔ کہ جس طرح سے باہر میاں ہے ۔ اُسی طرح گھر میں بی بی ہو ۔ اُس کے علاوہ یہ کہ خاوند کو باہر کی فکر و تردد ہزاروں ہیں کہ اُس میں تو بی بی اُس کا ہاتھ نہیں بٹا سکتی ۔ اگر یہ گھر کے کام کاج کو سنبھال لے تو گھر کے تردد سے تو کفایت ہو جائے ۔ اس کے علاوہ بی بی آٹھ پہر گھر میں رہتی ہے چونکہ وہ چھوٹی موٹی ہر بات سے آگاہ ہے وہ ہر بات کی تہ کو پہنچ کر اُس کا بندوبست کریگی ۔ خاوند گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے گھر میں ٹھیرا اُسے گھر کا حال کیا معلوم ہے ۔ جس طرح نوکروں نے کہا اُسی طرح کر دیا انجام اُس کا یہ ہوتا ہے ۔ کہ نوکر چاکر لونڈی غلام مال کھاتے ہیں اور جتنا خرچ ہوتا ہے ۔ میاں بی بی کو

اُس کا آدھا بھی پلّے نہیں پڑتا۔ دیکھو امرا یہاں کے
جو اَن پڑھ ہوتے ہیں اُن کے گھر کا انتظام بالکل
ابتر ہوتا ہے۔ اول یہ کہ اپنے تئیں تمیز اور سلیقہ
نہیں ہوتا۔ کہ جس کام کو جس طرح چاہیئے اُس طرح
کریں۔ تھوڑے کی جگہ تھوڑا اور بہت کی جگہ بہت
صرف کریں۔ اُس کے علاوہ یہ کہ آپ کام کا انتظام
اور بندوبست مناسب نہیں کر سکتے نوکروں چاکروں
کے حوالہ ہوتا ہے کچھ تو بیدردی اور بے پروائی
کرتے ہیں کچھ آپ کھا جاتے ہیں مالک کو ہر دوسر
نقصان رہا۔ زیادہ تر خرابی اور ہے کہ اگر ایسے لوگ
اتّفاق سے مالدار بھی ہو جاتے ہیں تو چار دن کے
بعد پھر فقیر کے فقیر ہو جاتے ہیں۔ خدا تو اپنی
عنایت سے دیتا ہے۔ لیکن وہ اپنی کم عقلی سے
اُسے سنبھال نہیں سکتے۔ اے بی بی ہمارے وطن
ولایت ایران میں اگر تم چلو تو دیکھو کہ غریب آدمی
جیسے درزی یا بڑھئی وغیرہ ادنےٰ ادنےٰ پیشہ ور ہیں۔
اُن کا بھی یہ حال ہے کہ اگر گھر میں اُن کے دیکھو
تو وہاں سے اُٹھنے کو جی نہ چاہے اس سے مطلب
میرا یہ نہیں کہ وہ بادشاہی محلوں میں رہتے ہیں لیکن
اپنے اُس چھوٹے سے گھر کو لیپ پوت کر فرش فروش
سے درست کر کے ہر ایک چیز اس قرینہ سے لگا کر
رکھتے ہیں کہ دیکھنے والے کا دل خوش ہوتا ہے۔
آسان آسان باتیں ہیں اُنہیں کو اگر خوبصورتی اور

اسلوب سے کرو۔ تو گھر رونق و آرائش سے نمونہ بہشت کا ہو جاتا ہے اور اُنہیں چیزوں کو بے ٹھکانے اوپر تلے ڈال دو تو گھر میں قدم رکھنے کو بھی جی نہ چاہے۔ مگر یہ سب باتیں گھر والی کی عقل اور سُگھڑائی پر موقوف ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک آدمی کا کام ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اُس کی عقل ہوتی ہے۔ عقلمند کی عقل مثل آئینہ کے صاف ہوتی ہے وہ ہر بات میں نئی بات اور ہر طرح میں طرح داری نکالتا ہے۔ بے علم اور کم فہم آدمی کی جیسی عقل موٹی اور فہم لدّھڑ ہوتا ہے اُس سے سیدھے سے کام کا بھی سر انجام نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اُس میں رنگینیاں اور باریکیاں نکالیں جیسا کوڑھ مغز آدمی ہوگا ویسا ہی اُس کا کھس گوڈرا کام ہوگا۔ جیسا زیرک اور دانا آدمی ہوگا ویسا ہی اُس کا نزاکت اور صفائی کا کام ہوگا ؂

بی بی نے کہا یہ تو حقیقت میں تم سچ کہتے ہو دیکھو ذرا سی ٹوپی سینی ہے۔ ایک میرے ہاتھ کی ٹوپی ہے جو تم پہنے ہو کہ بیل اور گلکاری اور بخیہ کی صفائی سے گلدستہ معلوم ہوتی ہے۔ تمہیں یاد ہوگا ایک دفعہ سنبل ہماری لونڈی نے ایک ٹوپی سی تھی کہ چوہے کی کھال ہو گئی تھی۔ آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اور اس کے علاوہ جس آدمی کو ایک بیل یا ایک بوٹی ڈالنی آتی ہے۔

اُسے وہی آتی ہے - لیکن جس آدمی کو دس طرح کی بیلیں اور پندرہ طرح کی بوٹیاں یاد ہیں وہ ایک طرز ایسی بھی اپنے دل سے نکال سکتا ہے کہ جو سب سے علیحدہ ہو - مرزا شریف نے کہا کہ لڑکپن کا زمانہ عجب برکت کا وقت ہوتا ہے کہ باتیں دُنیا کی بھلی بھلی اس کے دل پر بیٹھنی شروع ہوتی ہیں اور اس وقت کی بات سب سے زیادہ دیرپا رہتی ہے - بچّہ خواہ لڑکی خواہ لڑکا پانچ چھ برس تک بالکل گھر میں ماں بہن دادی پھوپھی کے پاس رہتا ہے - پس اگر گھر کی عورتیں سُگھڑ اور سلیقہ والی ہونگی اور بیٹھنے اُٹھنے ادب آداب میں گھر کے کام کاج بنانے سنوارنے میں سلیقہ کی عادت رکھتی ہونگی تو اُن کی صحبت میں جو بچے پرورش پائینگے - وہ خود بخود اُنہیں باتوں کی عادت رکھتے ہونگے - بلکہ یہ خوبیاں اُن سے اس طرح عمل میں آئینگی کہ کچھ کسی کے کہنے سُننے کی یا طبیعت پر زور ڈالنے کی حاجت نہ ہوگی - اس میں بہت سے فائدے ہیں *

۱- یہ کہ بچپنے سے اگر بچوں کو اچھّی باتوں کی عادت ڈالی جائے تو عادت جلدی پڑتی ہے کیونکہ طبیعتیں اُن کی نرم ہیں اور کچّی لکڑی کو جس طرح چاہیں موڑ سکتے ہیں *

۲- بچپن کی عادت پڑی ہوئی پھر چھوٹتی نہیں *

۳- یہ کہ اگر یہ باتیں پہلے سے سیکھی نہ ہوتیں - تو آج استاد کو مار مار کر سکھانی پڑتیں *

اب جو پہلے ہی سے سیکھی ہوئی ہیں تو جتنا وقت اور جتنی محنت ان کے سکھانے میں لگتی اس میں اور طرح کی اچھّی باتیں اُن کے علاوہ سیکھینگے اور علم یا کوئی ہنر حاصل کرینگے۔ بی بی نے کہا کہ یہ تو تم سچ کہتے ہو۔ غریب غربا کو کمینوں کے بچّوں کو میں دیکھتی ہوں کیسے بے ڈھنگے اور بے تمیز ہوتے ہیں کہ ناک تک پونچھنی نہیں جانتے مٹی میں لوٹتے پھرتے ہیں ننگے پاؤں کیچڑ پانی میں دھر دیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہماری سعیدہ کو دیکھو کہ ابھی سے بے جوتی پہنے زمین پر قدم نہیں رکھتی۔ مرزا شریف نے کہا حقیقت میں یہ رائے تمہاری بہت درست ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ اگر ماں باپ خود قابل اور لیاقت والے ہوں تو جس دلسوزی اور محنت سے وہ اپنے بچّوں کو تربیت کرینگے غیر استاد کو کیا غرض پڑی ہے جو وہ اتنی جان کھپائیگا۔ غرض اس میں شک نہیں کہ عورتوں کا صاحب تمیز اور پڑھی لکھی ہونا لڑکی لڑکے دونو کے لئے اکسیر ہے ٭

بعد ازاں مرزا شریف نے کہا کہ ایک اور بات ہے اُس کا سمجھانا سب سے پہلے واجب ہے۔ تمہارے کان میں بھی یہ بات پڑی رہے کہ ایسے معاملات دُنیا میں بہت پیش آتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اتنا تو تم بھی جانتی ہو کہ عورتوں کی ذات بھولی بھالی ہے خصوصاً بے علمی اور ناواقفیت کے سبب سے

جو آنکھ بند ہوتی ہے - اور تجربہ کسی بات کا نہیں ہوتا تو اس سبب سے جو کچھ کوئی انہیں کہہ دیتا ہے - فوراً یقین آ جاتا ہے - بعضے انسان صورت شیطان سیرت ایسے بد ذات ہوتے ہیں - کہ جادو - ٹونا - منتر - ٹوٹکا - تعویذ - طومار کا فریب دے کر لوگوں کو پھسلا لیتے ہیں اور اسی دغابازی سے اپنا گزارہ کرتے ہیں - اور عورتوں کا حال بھی ظاہر ہے کہ کسی کو اولاد کی آرزو ہے - کوئی کہتی ہے میرا خاوند پردیس گیا ہے جلدی سے آ جائے کوئی چاہتی ہے میری لڑکی کا بیاہ ہو جاے - کوئی چاہتی ہے میرے گھر میں رزق کی کشائش ہو - شیطان دغاباز انہیں دم دلاسا دے کر جو چاہتے ہیں سو کہہ دیتے ہیں - یہ بیچاریاں غرض کی دیوانیاں اُن کے پھسلانے میں آ جاتی ہیں اور جو کچھ مانگتے ہیں حوالے کر دیتی ہیں - یہ نہیں سمجھتیں کہ خدا کے کارخانہ میں بندہ کو کیا دخل یہ کیا کر سکتے ہیں - اور اس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ اگر یہ شخص اتنی قدرت رکھتا ہوتا تو آپ ٹکر گدائی کیوں کرتا پھرتا ؟

بی بی اصل بات یہ ہے - کہ جتنا آدمی کو تجربہ زیادہ ہوتا ہے اُتنی ہی اُسے عقل بھی زیادہ ہوتی ہے - اور دُنیا کے معاملات سمجھ بوجھ کے کرتا ہے - اُس کے کام میں خطا کم ہوتی ہے دھوکا کمتر کھاتا ہے - مرد جو اکثر معاملات کرتے رہتے ہیں - دس

کام بگڑتے ہیں دس سنورتے ہیں۔ عقلمندوں کی صحبت میں رہتے ہیں اُن کی باتیں سُنتے ہیں۔ کتابیں پڑھتے ہیں اُس میں حالات اور سرگزشتیں اگلے لوگوں کی دیکھتے ہیں۔ ہر ایک بات کی نیکی بدی میں اوروں کا تجربہ دیکھ کر اُن کی عقل اصلاح پاتی ہے اور پختگی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عورتوں گھروں کی بیٹھنے والیوں کو یہ بات تو نہیں حاصل ہو سکتی۔ البتہ ایک رستہ علم کا ہے۔ کہ اُس کے وسیلے سے اگر چاہیں تو گھر بیٹھی تمام جہان کی سیر کر لیں۔ بلکہ حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک کا حال اس طرح دیکھیں کہ گویا اب موجود ہیں اور اپنی آنکھوں سے وہ سب تماشا دیکھ رہی ہیں۔ علم کے فائدے تو بیشمار ہیں۔ لیکن میں تمہارے سامنے وہی بیان کرتا ہوں جو تمہاری سمجھ میں بھی آ جائیں اور کام کی ہوں تاکہ تمہارے بھی دل کو لگیں۔ چنانچہ سب سے زیادہ ایک فائدہ بیان کروں کہ دل پر نقش ہو جائے اور بے اختیار قبول کر لو وہ یہ ہے کہ جب شوہر یا اور کوئی باپ بھائیوں میں سے سفر کو جاتا ہے اور گھر میں کوئی اور لکھنے والا نہیں ہوتا یا بعضی بات اپنے گھر کی ایسی ہے کہ اور کسی سے نہیں لکھوا سکتی تو بڑی مشکل ہوتی ہے۔ ایک وقت لکھنے والا ملتا ہے۔ ایک وقت نہیں ملتا۔ ایک وقت آدمی بھی نہیں ملتا کہ

لکھنے والے کو بُلا لائے یا وہیں سے لکھوا لائے۔
اس سے علاوہ یہ ہے کہ جس سے لکھوائیں آخر نامحرم
ہے پس اگر وہ دروازہ پر آکر لکھے تو بھی مشکل
زبانی کہلا بھیجیں تو مشکل۔ واسطہ در واسطہ بیان
میں مطلب کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ
اپنے گھر کا دُکھ سُکھ سو باتیں ہیں۔ اپنے گھر کی بات
دس کے منہ پڑی کیسی خرابی کی بات ہے اور یہ
بھی درکنار بعضی باتیں ایسی ہیں کہ کسی غیر کے
سامنے اُنہیں مُنہ سے بھی نہیں نکال سکتے۔ غرض
اشراف آدمی کو ہر طرح مشکل ہی مشکل ہے۔ اگر
مستورات خود پڑھی لکھی ہوں۔ تو کیسا آرام ہو جائے۔
کہ بے غِل و غِش جو چاہیں سو لکھ بھیجیں یہ بات سُن
کر خانم بھی بے اختیار ہو کر بول اُٹھی کہ حقیقت میں
یہ بات تو تُم نے میرے دل کی کہی۔ سو فائدے
ایک طرف اور یہ فائدہ ایک طرف۔ کہ غیر آدمی
دروازہ پر آئے اور پردہ نشین مستورات اُس سے
بات کریں۔ اشراف کے گھر کی بات گھر سے باہر
نکلے اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ اور جس وقت
خط باہر سے آتا ہے۔ خدا جانتا ہے میرا جی نہیں
چاہتا کہ اُسے غیر آدمی کو دوں۔ یہی دھڑکا رہتا
ہے کہ خدا جانے اس میں کیا لکھا ہو کسی سے کہنے
کی بات ہو یا نہ ہو۔ مرزا شریف ہنسا اور کہا کہ
شکر خدا کا اب تو تم بھی ایمان لائیں۔ اے بی بی

یہ فائدے تو ایسے ہیں کہ ان پر نظر کر کے علم سے ایک ساعت غافل رہنا حرام مطلق ہے کیا کروں کہ وقت تنگ ہے اور سفر سر پر کھڑا ہے اگر وہ باتیں تمہارے کان میں پڑیں تو دل کی آنکھیں کھُلیں - لیکن اس کے علاوہ تم خیال کرو کہ دُنیا عالم گوناگوں ہے اس کے عجائبات اور غرائبات صنعتِ پروردگار قابل دیکھنے کے ہیں - جس سے اُس کی قدرت کا تماشا دیکھیں غیرت پکڑیں اور اُس کی یاد کریں - چنانچہ مردوں کو تو اکثر پھرنا چلنا سیر و سفر کرنا ہوتا ہے - جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں - عورتیں بیچاری اس سے بالکل محروم ہیں - البتہ علم کے ذریعے سے اگر یہ بھی چاہیں تو اپنی عفت کے کونہ اور عصمت کے گوشہ میں بیٹھی ہوئی تمام شہروں کے حالات اور عجائبات دیکھا کریں - ملک چین جس کو اب میں جا کر دیکھونگا - حالات وہاں کے میں کیا بیان کروں کہ طلسمات کا عالم ہے - میں نے پڑھنے لکھنے کی بدولت بے سفر کئے یہ سب باتیں دیکھی ہوئی ہیں - لیکن تم کو تو شاید یہ بھی خبر نہ ہوگی - کہ دُنیا میں کوئی مُلک چین بھی ہے یا نہیں اُس کے عجائبات اور غرائبات کا تو کیا ذکر ہے - اگر تم پڑھی لکھی ہوتیں تو گو کہ خود جا کر نہ دیکھ سکتی تھیں - لیکن کتاب کے ذریعے سے گھر بیٹھی سب تماشا دیکھ لیتیں - کسی کا قول ہے ؎

بے سفر سیر ملک کی کرنی | یہ تماشا کتاب میں دیکھا

غرض بی بی نے کہا کہ صاحب خدا تم کو زندہ و سلامت رکھے جب تک ہماری تمہاری زندگی ہے باتیں تو ہوئے ہی جائینگی - لیکن تم کو تو اب سفر در پیش ہے - اور میں یہاں تنہا ہوں - تمہیں اپنے سامنے دیکھ بھال کر کوئی اُستانی معقول اور اشراف مقرر کر جاؤ - کہ پیچھے مجھے حیرانی نہ ہو یہاں میری اور وہاں تمہاری خاطر جمع رہے - مرزا شریف نے بھی اس بات کو پسند کیا اور آپس میں تجویز کرنے لگے - چونکہ ہندوستان میں مستورات کے پڑھانے کی رسم کم ہے بہت فکر کیا کوئی اُستانی سمجھ میں نہ آئی - آخر بی بی نے کہا - کہ بی ادیب النسا ایک نیک بخت پاکدامن بُڑھیا سیدانی ہیں اگرچہ اُنہیں لکھنا نہیں آتا لیکن قرآن شریف پڑھی ہیں - اور مسئلہ مسائل کے چھوٹے چھوٹے رسالے بھی پڑھ لیتی ہیں - مرزا شریف نے کہا کہ اُن نیک بخت کو ہم نے نہیں دیکھا کچھ اُن کا پتہ دو تو معلوم ہو - بی بی نے کہا کہ صاحب تم اُنہیں کیا جانو یہ بھی خدا کی قدرت ہے - کہ اب وہ بیچاری ایسے ایسے کاموں کے لئے شمار میں آتی ہیں نہیں تو وہ کہاں اور لاہور کہاں - میں تو جانتی نہیں مگر سُنا ہے کہ نوّاب شاہ نواز خاں کوئی امیر دہلی میں گزرے ہیں اُن کی یہ بہو تھیں - مرزا شریف نے سُن کر اُنگلی دانتوں میں رکھی اور کہا کہ افسوس افسوس شاہ نواز خاں

تو شاہ عالم بادشاہ دہلی کا وزیر اعظم تھا۔ شاید دِلّی کی تباہی میں یہ بھی تباہ ہو کر یہاں چلی آئی ہیں۔ بہر حال یہ بات بہت صلاح کی ہے۔ تم اُنہیں بیشک بُلا لو اور نہایت تعظیم و تکریم سے اُنہیں رکھو۔ لیکن خیال رکھنا کہ ایسے لوگوں کے دل بہت نازک ہوتے ہیں۔ ان کی دلداری اور غمگساری سے ایک آن غافل نہ رہنا۔ علاوہ اس کے یہ کہ تمہاری لڑکی اُن سے پڑھیگی اور تمہاری غرض اُن کے ہاتھ ہے۔ بڑی بات یہ ہے۔ کہ ایسے بزرگوں کی خدمت کرنی بہت ثواب ہے۔ ان کو دیکھ کر خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔ اُس کے قہر و غضب اور گردشِ زمانہ سے ڈرنا چاہیئے۔ بلکہ سعیدہ کیا تم آپ بھی اُن کی صحبت کی برکت سے کچھ حاصل کرنا ایسے آدمی کہاں مُیسّر ہوتے ہیں۔ ادب آداب کے طریقے۔ مجلس کی نشست و برخاست کے قاعدے جو اُنہیں یاد ہیں کسی کو کب مُیسّر ہوتے ہیں۔ جو جو ہنر اور کمالات کے سامان اُن کے پاس تھے وہ کسی کو کاہے کو نصیب ہونگے اس موقع کو غنیمت سمجھنا اور اُن سے کچھ سیکھنا۔ بی بی نے کہا کہ سچ کہتے ہو میں نے سُنا ہے کہ سینا پرونا بہت خوب جانتی ہیں اور کھانے بھی بہت اچھّے اچھے پکاتی ہیں۔

غرض اس بندوبست سے فراغت حاصل کر کے مرزا

شریف اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کار و بار میں مصروف ہوا۔ روانگی کا دِن مقرر کر کے یہاں کے کار و بار لین دین سے جلدی جلدی فراغت حاصل کی۔ اور سب سامانِ سفر خشکی و تری کا درست کر لیا۔ جب وہ دن آیا سارے رشتہ دار دوست آشنا کوٹھی والے معاملہ دار رخصت کو جمع ہوئے۔ مرزا شریف گھر میں ملنے کو آیا۔ بھولی بِسری جو کچھ ضروری باتیں باقی تھیں بی بی کو الگ لے جا کر سمجھائیں سعیدہ کو گود میں لے کر بہت پیار کیا اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور یہ رخصت نامہ جس میں مضمون دعائیہ اور نصیحتانہ ہے پڑھا اور رخصت ہوا ؎

مثنوی

اے مری دخترِ حمیدہ خصال
حق تجھے عمر دے صد و سی سال

گرچہ بیٹا نہیں ہے بیٹی ہے
پر تو بیٹی شکر لپیٹی ہے

ہووے تو نیک بخت و نیک نہاد
سات بیٹوں سے تو ہے مجھ کو زیاد

پیش مجھ کو تو ہے سفر آیا
تجھ پہ اللہ کا رہے سایا

پاؤں راہِ سفر میں دھرتا ہوں
پر نصیحت یہ تجھ کو کرتا ہوں

پہلے اپنے خدا کو رکھو یاد
کہ وہ معبود اور ہم ہیں عباد

سجدہ سے کر جبیں کو نورانی
کہ یہ ٹیکا ہو زیب پیشانی

پاس اس اپنی ماں کے رہنا تو
مانیو دل سے اس کا کہنا تو

جان تو فرض خدمتِ مادر
تجھ پہ واجب ہے حرمت مادر

رکھ نصیحت گو اس کی دھیان میں تو
جان اُسے گوشوارہ کان میں تو

اُس نے کی خونِ دل سے تیری سرشت
اُس کے زیرِ قدم ہے تیری بہشت

راستی کو سمجھ شعار اپنا
جامہ زیبا ؤ زر نگار اپنا

علم حاصل کر اور سیکھ ہنر
اس سے بہتر نہیں کوئی زیور

علم کیا یعنی وہ مسائلِ دیں
جس سے واضح ہوں دین کے آئیں

زیور و زر کو ہے جہاں میں زوال
نہیں جس کو زوال سو ہے کمال

ہے ہنر مثل خلعتِ زیبا
آبرو بہر طلعتِ زیبا

شرم کی رکھ ہمیشہ منہ پہ نقاب
تاکہ نامحرموں سے رہوے حجاب

کر حیا بُرقعِ سراپائی
قدِ عفت کی تا ہو زیبائی

بام و در پر قدم نہ دھرنا تو
غیر محرم سے پردہ کرنا تو

حق نے تجھ کو دیا ہے عقل اور ہوش
کر نصیحت کو مثل دُر در گوش

یہ پہن خلعت اور گہنا تو
ماں کے پہلو میں بیٹھی رہنا تو

لڑکیوں میں نہ کھیلیو زنہار
تجھ کو زیبا نہ ہوگی یہ رفتار

سب سے رہیو کنارہ کش ہر آں
کہ ہے آدم کا آدمی شیطاں

اپنی عصمت کو رکھ سہیلی تو
تا اکیلی ہو یا دُکیلی تو

ماں سے تو سیکھ بیٹھ کر سینا
کہ یہ پہلا ہنر کا ہے زینا

گرچہ ظاہر میں کچھ نہیں یہ کام
پر جو کیجے نظر بغورِ تمام

اس کی محتاج ہیں شریف و رذیل
کہ ہے دُنیا میں بے لباس ذلیل

اس میں ہیں صنعتیں ہزار ہزار
بخیہ و بیل و بوٹہ زرکار

یہ اگر تجھ کو کام آویگا
ایک دن تیرے کام آویگا

رہیو ہر وقت اپنی ماں کے ساتھ
اس کا ہر کام میں بٹائیو ہاتھ

ساتھ دے کار و بار خانہ میں
اور مدد کر پکانے کھانے میں

گھر کو رکھ جھاڑ اور بُہار کے تو
رکھ ہر اک چیز کو سنوار کے تو

کہ سلیقہ ہے رونقِ خوبی
دیوے خوبی کو لاکھ مرغوبی

سیکھ تو بھی سلیقہ اور تمیز
تا کہ آنکھوں میں ہو سبھوں کے عزیز

دی خدا نے ہے تجھ کو طبعِ لطیف
تجھ کو زیبا نہیں لباس کثیف

کہ کثافت سے سب کو نفرت ہے
سب تو کیا ہیں کہ رب کو نفرت ہے

فضل سے اپنے تجھ کو دے جو خدا
لے اُسے شکر حق کا کر کے ادا

آپ کھا اور دے خدا کے نام
کہ یہی دو جہاں میں آئیگا کام

ہے چراغوں کی روشنی تا در
روشنی ہے دِیے کی تا محشر

جو کہ کہنا تھا کہہ دیا وہ تمام
آگے تو جانے اور تیرا کام

پر مری التجا یہی دن رات
ہے بدرگاہ قاضی الحاجات

کہ تجھے نیک دے خدا توفیق
اُس کی توفیق ہو ہمیشہ رفیق

ہووے دُنیا میں تیری عمر دراز
اور عقبےٰ میں مغفرت دمساز

دین و دُنیا میں تیری رہوے لاج
جز خدا غیر کی نہ ہو محتاج

تجھے مُشکل کبھی نہ پیش آوے
دین و دُنیا میں مدعا پاوے

تیری قایم رہے سدا بُنیاد
تیری اولاد سے ہوں شہر آباد

ختم کرتا ہوں اب دُعا پہ کلام
تا یہ طول کلام ہووے تمام

رکھے اللہ تجھ کو خُوّرم و شاد
بمُحمّدؐ و آلہٖ الامجاد

سارے گھر کا رہے خدا حافظ
ہو سدا ناصر و سدا حافظ

احوال مِرزا شریف کے سفر کا

سیر کرنے والے ملکِ خیال کے اور تماشا دیکھنے والے زمانۂ حال و استقبال کے بیان کرتے ہیں۔ جب مرزا شریف سارے عزیزوں اور دوست آشناؤں سے

رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ خدا کے توکل پر داہنے بائیں سے خبردار چور چکار سے ہشیار چلا جاتا تھا۔ جب دہلی میں پہنچا تو شہر کے دیکھنے اور سفر کی کلفت دُور کرنے کو چند روز مقام کیا اور اپنی خیر و عافیت کی رسید گھر کو لکھ کر اس طرح روانہ کی ؎

رشیدہ حمیدہ نور چشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقاتہا۔ بعد دعاے بہبود دین و دُنیا کے واضح ہو کہ بتاریخ ۱۵ ماہ دسمبر ۱۸۶۴ء یوم شنبہ تم سے رخصت ہو کر روانہ منزل مقصود ہوا اگرچہ رستہ میں بہت تکلیفیں اُٹھائیں لیکن سب سے زیادہ تکلیف تمہاری جدائی کی تھی اللہ سے دعا مانگو کہ خیر و عافیت سے تمہیں پھر دیکھوں۔ میرا حال یہ ہے کہ مقام لُدھیانہ تک ڈاک سرکاری میں بآرام تمام آیا رستہ میں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوئی۔ سرا۔ یا۔ ڈاک بنگلہ میں جہاں جی چاہتا اُترتا اور جو کچھ درکار ہوتا فوراً ہاتھ آتا چونکہ لاہور میں شہر پٹیالہ کی بہت تعریف سُنی تھی بے اختیار جی چاہا کہ ایک روز کا تماشا ہے بار بار کون آتا ہے اسے بھی دیکھتے چلئے اس واسطے لدھیانہ سے ڈاک چھوڑ کر بسواری بہلی منزل بمنزل اُس طرف روانہ ہوا۔ یہاں تک تو ڈاک گاڑی میں ایسے آرام سے آیا کہ بالکل یہ نہ معلوم ہوا۔ کہ سفر میں ہوں یا گھر میں۔ گاڑی تخت سلیمان کی طرح بے تکان اُڑی چلی جاتی تھی۔ اور میں آرام سے کبھی سوتا کبھی بیٹھتا

کبھی لیٹتا رستہ کا تماشا دیکھتا چلا جاتا تھا۔ رستہ میں کیل کا کھٹکا نہیں ہوا۔ یہ ۶۰ میل کی مسافت کل ۲۸ گھنٹے میں طے کی لیکن جب یہاں سے بہلی میں سوار ہوا تو قدر عافیت معلوم ہوئی کہ پچھلے پہر رات سے اُٹھ کر روانہ ہوتا تھا اور بہزار دقّت دن بھر میں دس بارہ کوس کی منزل طے ہوتی تھی۔ چونکہ رستہ میں تین عملداریاں برابر ہندوستانی تھیں۔ سڑک کا نشان تک نہ تھا۔ گاڑی کے ہچکولوں سے بدن شل ہو گیا۔ رستہ میں سرا کا نام نہ تھا۔ گاؤں میں پہنچ کر کبھی کسی ٹوٹی پھوٹی دوکان میں کبھی فقیر کے تکیہ میں۔ کبھی کسی چوپاڑ میں کبھی کسی مسجد میں اُترنا پڑتا۔ کھانے کی بڑی دِقّت اُٹھائی۔ کہ سوا کرکرے آٹے اور گھُن کھائی دال کے کوئی چیز نہ تھی سو بھی کہیں ملی کہیں وہ بھی نہیں اور اگر ملی تو پکانے والا کوئی نہیں۔ اس حالت میں سرکار انگریزی کی عملداری یاد آتی تھی اور بے اختیار دل سے دُعائیں نکلتی تھیں۔ جب گاڑی ریت میں پھنس جاتی تو سڑک پختہ اپنی سرکار کی یاد آتی تھی رستہ میں اگر رات کو چلنے کا ارادہ کرتا تو اگوے کے بغیر ایک قدم اُٹھانا نامناسب معلوم ہوتا تھا وہ بات کہاں کہ سڑک سیدھی صاف مثل خط کہکشاں بنی ہوئی ہے اور جہاں دوراہا تراہا ہے تختہ لگا ہوا ہے نام ہر طرف کے رستہ کا بانگشت اشارت لگا ہوا ہے۔ ہر میل پر پتھر اور

گِنتی میلوں کی لِکھی ہے - کہ کسی کو پوچھنے کی حاجت نہیں دو دو تین تین میل پر چوکی ہے کہ سونا اُچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا کہ تمہارے مُنہ میں کئے دانت ہیں آٹھ آٹھ سات سات کوس پر سرائیں پڑاؤ ڈاک بنگلے بنے ہوئے دودھ دہی مصری مرغی انڈا جو کچھ مانگو موجود تمام جنگل آبادی سے گلزار معلوم ہوتا تھا - اس مثل کی اب تحقیق ہوئی کہ آرام کی قدر اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ انسان پر مصیبت پڑتی ہے - یہاں یہ حال کہ سارے دن منزل کرنی رات کو چوکیدار کی طرح پہرہ دینا اگرچہ بہ نسبت عملداری عرب و افغانستان کے یہاں بھی زمین آسمان کا فرق ہے کہ فضل اِلٰہی سے کسی طرح چوری رہزنی کی واردات نہیں سُننے میں آئی - لیکن چونکہ عملداری انگریزی کے آرام پائے ہوئے تھے - اس واسطے مجھ کو یہ تکلیف بھی مصیبت سخت معلوم ہوئی - لیکن گھر کے لذیذ اور مزیدار کھانوں نے ہماری زبان بگاڑ دی ہے کہ رستہ میں کھانا بکتا تھا - مگر نوالہ حلق سے نہ اُترتا تھا - اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ زبان کا مزا انسان کو بہت خراب کرتا ہے - مگر تمہاری والدہ نے جو میٹھے سلونے بسکٹ اور ڈبل روٹی خورجی میں باندھ دی تھی اُس نے یہاں بڑا آرام دیا - پیپرمنٹ کی شیشی ایک جگہ بہت کام آئی کہ رستہ میں گاڑی بان کے پیٹ میں درد اُٹھا

تھا - یہاں حکیم طبیب کہاں اور دوا کجا - دو بوندیں
اُس کی پانی میں ڈال کر پلا دیں فوراً آرام ہو گیا -
غرض کہ لدھیانہ سے پٹیالہ تک ۴۵ کوس کا فاصلہ
ہے - تین دن میں بہزار مُصیبت طے ہوا - شہر
پٹیالہ بہت آباد جگہ ہے شہر اور اہل شہر دونو
قابل تعریف ہیں - بندوبست بہت اچّھا کاردار
بہت ہوشیار اور ناظم نہایت ناظم - پانچ دن یہاں
مقام کیا - چاہا تھا کہ وہاں سے خط لکھوں - لیکن
چونکہ ڈاک خانہ سرکاری نہیں ٹھیکہ دار نے دوکان
کھول رکھی ہے اس واسطے خاطر جمع نہ ہوئی - وہاں
سے روانہ ہو کر انبالہ آیا اور اُسی دن ڈاک میں
بیٹھ کر روانہ ہوا کہ آج دلّی میں پہنچ کر تمہیں خط
لکھا - غرض میں سب طرح خیر و عافیت سے ہوں تم
کسی طرح فکرمند نہ ہونا - گھر کے ضروریات کی سب
باتیں تمہاری والدہ کو سمجھا دی ہیں تمہیں چاہیئے
کہ اُن کی خدمت میں حاضر رہو اور اُن کی فرمانبرداری
میں بھلائی اور رہائی دین و دُنیا کی سمجھو تحصیل علم
و ہنر سے غافل نہ رہنا اور اپنی اُستانی جی کے
وجود ذی جود کو غنیمت سمجھنا - گھر کے حالات سے
مجھ کو مطلق آگہی نہیں - چاہیئے کہ اسے دیکھتے
ہی سب حال مفصّل لکھوا کر روانہ کرو لیکن خط
آگرہ کی کوٹھی کے پتہ پر بھیجنا کہ اس عرصے میں
وہیں میں بھی جا پہنچونگا - تمہارے نانا جان یقین

ہے کہ بعد میری روانگی کے رات کو یہیں سوتے ہونگے اُن کی خدمت میں آداب و تسلیمات اور سب بڑوں چھوٹوں کو درجہ بدرجہ سلام و دعا پہنچے فقط

اب یہاں کا حال سُنئے کہ جب مرزا شریف گھر سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے تھوڑی دیر تک بی بی اور سعیدہ اور سب گھر والے خاموش بیٹھے رہے گھر میں چپ چاپ ہو گئی بعد ازاں بی بی اُٹھ کر کار و بار خانہ میں مصروف ہوئی اور آدمی بھیج کر بی ادیب النّساء کو بُلایا جب وہ آئیں تو سعیدہ کو اُن کے سامنے بٹھا کر سب حال بیان کیا اور کہا کہ یہ لڑکی حاضر ہے اسے اپنی کنیزی میں قبول فرمائیے - طریقے خدمت کے اور قاعدے ادب آداب کے سکھائیے اور اپنی خدمت لیجئے - بی ادیب النّساء بھی زمانہ کی مُصیبتوں سے نہایت تنگ تھیں - اگرچہ دل نہ چاہتا تھا لیکن لاچار قبول کیا - اور تجویز یہ ٹھیری کہ رات دن یہیں رہا کریں آٹھویں دسویں دن اپنے بال بچوں میں سے جس کو جی چاہے بُلا لیا کریں یا ہو آیا کریں +

غرض کہ شیرینی منگا کر ان کے سامنے رکھی اور اسی دن سے بی سعیدہ پڑھنے بیٹھیں - چند روز کے بعد خط مرزا شریف کا بھی دلی سے آیا - یہاں بھی سب راہ دیکھ رہے تھے - غرض بی ادیب النساء نے خط کھولا اور پڑھ کر سُنایا - میاں کی خیر و عافیت

پر بی بی اور سب گھر والوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بی ادیب النساء کے خط پڑھنے پر سب بیبیاں بہت خوش ہوئیں اور دعائیں دینے لگیں کہ تمہاری بدولت کیا آسان اور سردست حال خط کا معلوم ہو گیا۔ اور سعیدہ تو دیکھتے ہی حیران ہو گئی اور یہ دل چاہا کہ اسی وقت سارا علم گھول کر پی جاؤں اور باپ کے خط کو آپ پڑھوں۔ خط کو اُٹھا کر دیکھنے لگی۔ اگرچہ مرکب حرف سمجھ میں نہ آئے مگر جہاں جہاں مفرد حرف آتا اُسے دیکھ کر پہچانتی کہ کیوں اُستانی جی یہ ع ہے اور یہ ج ہے اُس کے پیٹ میں ایک نقطہ ہے اور یہ ق ہے کہ اس پر دو نقطہ ہیں اُستانی جی بھی بتاتی جاتی تھیں اور اُس کے ذہن اور عقل پر آفرین کرتی تھیں۔ غرض کہ اُس دن سے سعیدہ نے زیادہ تر شوق سے پڑھنے پر دل لگایا اور یہی کہتی تھی خدا کرے مجھے اتنی طاقت ہو جائے کہ باوا جان کا اب کی مرتبہ جو خط آئے تو میں آپ پڑھ لوں۔ غرض شام کو جو بی سعیدہ کے نانا جان گھر میں آئے انہوں نے بھی خط دیکھا اور جواب اُس کا بی سعیدہ کی طرف سے اس طرح لکھا +

جناب قبلہ و کعبہ دام ظلہم العالی۔ بعد آداب و تسلیمات عرض یہ ہے۔ کہ شکر خدا کا یہاں سب طرح خیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت درگاہ الٰہی سے

مطلوب ہے شفقت نامہ آپ کا عین انتظار میں پہنچا۔
آپ کی خیر و عافیت سے دل کو کمال تشفی ہوئی اور
سفر کی تکلیفوں کا حال جو آپ نے لکھا ہے کیا عرض
کروں کہ اُس سے زیادہ آپ کی دُوریِ خدمت کے
سبب سے یہاں سب کو پریشانی ہے اور بموجب آپ
کے فرمانے کے نانا جان رات کو یہیں سوتے ہیں
اور دن بھر میں ایک دفعہ کوٹھی میں جا کر وہاں
کے حساب کتاب وغیرہ کو بھی دیکھ آتے ہیں اور
قدیم الخدمت مرزا رفاقت دِن رات ڈیوڑھی پر حاضر
رہتے ہیں ۔ فدویہ روز شب استانی جی سے پڑھتی
ہے حرف شناسی تو ہوتی چلی ہے ۔ لیکن ابھی عبارت
نہیں پڑھ سکتی آپ کی دعا کی برکت سے امید ہے
کہ چند روز میں اتنی طاقت بھی حاصل ہو جائیگی ۔
جملہ اہلِ خانہ کی طرف سے آداب و نیاز پہنچے ۔ اور
کاتب الحروف آرزومند دیدار کی طرف سے دُعا پہنچے فقط
یہاں سے خط لکھ کر روانہ کیا اور وہاں مرزا
شریف پانچ دن دہلی میں مقام کر کے روانہ اکبرآباد
ہوا ۔ اکبر آباد میں پہنچ کر نورچشم کا خط پایا آنکھوں
سے لگایا اور پڑھ کر بہت خوش ہوا اور سب کی
سلامتی پر شکر الٰہی بجا لایا جواب اُس کا لکھ کر
اس طرح روانہ کیا ؎

سعیدہ حمیدہ نورچشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقاتہا ۔
بعد دعاے بہبود دو جہاں معلوم ہو ۔ کہ شکر خدا کا

خط تمہارا پہنچا سب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی میرا
حال یہ ہے کہ میں دہلی سے بسواریِ ڈاک روانہ ہوکر
اکبر آباد میں بخیر و عافیت پہنچا۔ جب سفر راہ لدھیانہ
و انبالہ کا یاد آتا تھا۔ خدا یاد آتا تھا اور اپنے حکام
وقت کو اور اُن کی عملداری کو ہزاروں دعائیں دیتا
تھا۔ تمہارا خط بھی یہاں میں نے پایا دیکھ کر تشفی
خاطر حاصل ہوئی سب سے مقدم یہ ہے کہ جو تم
نے حال اپنے پڑھنے کا لکھا ہے نہایت دل خوش
ہوا۔ اے نور چشم علم عجب چیز ہے زیادہ کیا بیان
کروں فقط اسی پر قیاس کر لو کہ میرے خط کا
مطلب اور کی زبان سے تم نے سُنا اور اُس کے
بعضے بعضے حرفوں کو تم نے پہچان بھی لیا اسی میں
تمہارا دل کیسا خوش ہوا۔ پس خیال کرو کہ جب تم
خود پڑھنے لکھنے لگوگی۔ تو کیسا دل خوش ہوگا۔ علم
غذاے رُوحانی ہے۔ کہ جس کی لذّت کی تعریف کسی
زبان سے بیان نہیں ہو سکتی۔ اے نور چشم بچپنے کے
زمانے کو غنیمت جانو کہ پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئیگا۔
اب کی مرتبہ میں ہاتھ روک کر اور صاف صاف خط
لکھتا ہوں۔ یقین ہے۔ کہ تمہاری استعداد بھی اب
ذرا ذرا بڑھ گئی ہوگی۔ اسے غور کرنا اور خود پڑھنا
شہر دہلی میں میں نے پانچ دن مقام کیا۔ کیونکہ شہر
نامی اور قدیم تخت گاہ ہندوستان کا تھا۔ اگرچہ بالکل
تباہ اور برباد ہو گیا ہے۔ اور اہل شہر مرکھپ کر

جلا وطن ویران ہو کر خاک میں مل گئے ہیں۔اس پر
بھی جو کچھ باقی ہے قابل دیکھنے کے ہے۔ اس
بے سرو سامانی اور حالت پریشانی میں جو سلیقہ اور
امتیاز یہاں کے لوگوں میں دیکھا آج تک کہیں نہیں
دیکھا گفتگوے روزمرّہ اور لب و لہجہ اور صحت الفاظ
کا یہ عالم ہے کہ جی چاہتا ہے باتیں سُنا کیجئے۔
حقیقت یہ ہے کہ جیسا سُنتے تھے ویسا ہی پایا۔کہ
دِلی اسم با مسمّے یعنی دل ہندوستان کا ہے طرفہ
ماجرا یہ ہے کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہندوستان میں
عورتوں کے پڑھانے لکھانے اور ہنر سکھانے کی رسم
مُطلق نہیں۔مگر یہاں جو آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ
جو صاحب مقدرت و عالی خاندان لوگ ہیں اُن کی
مستورات ضرور پڑھی لکھی ہوتی ہیں۔اور تمیز اور
سُگھڑائی تو گویا اُن کے گھر کی لونڈی ہے۔محبت علی خاں
صاحب ایک میرے دوست ہیں جن کے مکان پر میں
نے قیام کیا تھا۔ اُن کی بیٹی تُمہاری ہی ہم عمر ہے۔
باہر آتی ہے اور میری گود میں بیٹھ جاتی ہے۔ مینا
کی طرح بولتی ہے اور طوطے کی طرح میٹھی میٹھی باتیں
کرتی ہے۔ خدا کی حمد اور بزرگوں کی تعریف اور پند
و نصیحت کے ایسے ایسے شعر پڑھتی ہے۔ کہ تم
دیکھو تو حیران ہو جاؤ۔ بے اختیار پیار آتا ہے۔
ایک اور خوبی دیکھی کہ یہاں کے رؤساے ہنود
و مسلمان نے آپس میں مصلحت اور اتفاق کر کے

زنانے مکتب بنائے ہیں شرفا کی لڑکیاں وہاں پڑھنے
جاتی ہیں اور علم حاصل کرتی ہیں - حقیقت میں یہ بہت
خوب تجویز ہے اس سے چند روز میں ساری دِلّی
بلکہ ہندوستان میں علم عام تام ہو جائیگا اگر خیال کرو
تو یہ بھی اُن کے سلیقہ اور تمیز ہی کی بات ہے
کہ کارِ خیر کے لئے کیا کیا ترکیبیں سوچ سوچ کر
نکالتے ہیں + ایک بات دلّی کی اور دیکھی کہ حکمت
کے رو سے بھی اور تفریح طبع کے رو سے بھی مجھ
کو نہایت پسند آئی - یعنی کوچہ و بازار بہت وسیع -
دُکانیں بلند اور کشادہ اور مکانات امیروں کے تو
سبحان اللہ لیکن غریب غربا کے رہنے سہنے کی بھی
حویلیاں بہت کشادہ اور صحن اُن کے دلکشا ہیں -
نہ شہر لاہور کہ کوچہ تنگ رات دن پرنالوں کی
آنکھ سے آبِ نزول جاری - بازاروں میں زکامی کی
ناک کی طرح دونو طرف موریاں پڑی بہتی ہیں - گھروں
کو دیکھو تو قبر کے برابر زمین پر تین تین چار
چار منزل لاٹھیں سی بناتے چلے جاتے ہیں جس کی
دو منزلیں تو سوائے ایندھن اور کوڑا بھرنے کے
کسی کام ہی کی نہیں - اوپر کی ایک دو منزلیں
رہیں - وہ نیچے کے بخارات اور تعفن سے بیماری
کا گھر ہو جاتی ہیں - معلوم ہوتا ہے - کہ یہاں کے
لوگ کوئی بات بے سوچے سمجھے نہیں کرتے اور
کوئی امر ان کا عقل اور حکمت سے خالی نہیں -

زنانے مکتب بنائے ہیں شرفا کی لڑکیاں وہاں پڑھنے جاتی ہیں اور علم حاصل کرتی ہیں - حقیقت میں یہ بہت خوب تجویز ہے اس سے چند روز میں ساری دِلّی بلکہ ہندوستان میں علم عام تام ہو جائیگا اگر خیال کرو تو یہ بھی اُن کے سلیقہ اور تمیز ہی کی بات ہے کہ کارِ خیر کے لئے کیا کیا ترکیبیں سوچ سوچ کر نکالتے ہیں + ایک بات دلّی کی اور دیکھی کہ حکمت کے رو سے بھی اور تفریح طبع کے رو سے بھی مجھ کو نہایت پسند آئی - یعنی کوچہ و بازار بہت وسیع - دُکانیں بلند اور کشادہ اور مکانات امیروں کے تو سبحان اللہ لیکن غریب غربا کے رہنے سہنے کی بھی حویلیاں بہت کشادہ اور صحن اُن کے دلکشا ہیں - نہ شہر لاہور کہ کوچہ تنگ رات دن پرنالوں کی آنکھ سے آبِ نزول جاری - بازاروں میں زکامی کی ناک کی طرح دونو طرف موریاں پڑی بہتی ہیں - گھروں کو دیکھو تو قبر کے برابر زمین پر تین تین چار چار منزل لاٹھیں سی بنانے چلے جاتے ہیں جس کی دو منزلیں تو سوائے ایندھن اور کوڑا بھرنے کے کسی کام ہی کی نہیں - اوپر کی ایک دو منزلیں رہیں - وہ نیچے کے بخارات اور تعفن سے بیماری کا گھر ہو جاتی ہیں - معلوم ہوتا ہے - کہ یہاں کے لوگ کوئی بات بے سوچے سمجھے نہیں کرتے اور کوئی امر ان کا عقل اور حکمت سے خالی نہیں -

ایک ایک بات یہاں کی قابل دیکھنے کے ہے۔ مفصّل
حالات بسبب کم فرصتی کے نہیں لکھ سکتا۔ انشاء اللہ
ملونگا تو سب حقیقت بیان کرونگا۔ گھر میں سب بڑے
چھوٹوں کو درجہ بدرجہ سلام دعا پہنچے۔ اپنے نانا صاحب
قبلہ کو آداب تسلیمات کہنا اور قدیم الخدمت مرزا رفاقت
کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ گھر باہر سے خوب ہشیار
اور رات دن اندھیرے اُجالے خبردار رہے۔ اور اب
میں کلکتہ پہنچ کر انشاء اللہ تم کو خط لکھونگا۔ تم کو
چاہیئے کہ اپنا خط کلکتہ کی کوٹھی کے پتہ پر روانہ کرو۔ فقط۔

پانچ چھ دن مقام کر کے مرزا شریف اکبرآباد سے
بھی روانہ ہوئے اور مقام بنارس میں پہنچ کر وہاں
نواب دانشمند خاں نام ایک شخص رؤسائے بنارس
میں سے ان کے دوست تھے۔ انہیں کے گھر میں
اُترے ضروریات سے فارغ ہو کر رات کو بیٹھے اِدھر
اُدھر کے شہروں کی باتیں ہونے لگیں۔ تو معلوم ہوا
کہ آج کل اس شہر میں مستورات کے پڑھانے
لکھانے پر لوگوں کو بہت توجہ ہے بلکہ تمام رؤساء
و علما اور دانشمندوں نے مل کر ایک مجلس علمی
قرار دی ہے۔ کہ بموجب تجویز اور مصلحت کے
مکتب عورتوں کے جاری ہوئے ہیں۔ بلکہ نواب صاحب
بھی بہت علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ مرزا شریف
تو ایسی باتوں کے دیوانہ تھے روانگی موقوف رکھی
رئیسوں کی ملاقات اور مکتبوں کے دیکھنے کے لئے

اور ایک باغ بے خزاں کھلا ہوا پایا۔ کہ زمین نے قدم پکڑ لئے اور بے اختیار ایک ہفتہ مقام کرنا پڑا۔ یہاں کی سرگزشت اور مکتب کا دیکھنا اور اہل علم کی ملاقاتوں کا سب حال لکھ کر بعد ازاں تحریر کیا۔ کہ اے نور چشم میں نے یہاں کے مدرسے جو دیکھے تو لڑکیاں باوجود کم سنی کے بہت ہشیار اور سمجھ دار پائیں اور سبب اس کا یہ معلوم ہوا کہ اوّل تو بہت سی لڑکیاں جو ایک جگہ ہوتی ہیں ایک کی دیکھا دیکھی دوسری کو چونپ دل کی اور شوق ترقی پیدا ہوتا ہے۔ جو پیچھے ہے وہ کہتی ہے کہ میں جلدی جلدی آگے بڑھ کر دوسری کے برابر ہو جاؤں۔ اور دوسری کہتی ہے کہ میں جلدی جلدی پڑھے جاؤں۔ کہ ایسا نہ ہو پیچھے والی میرے ساتھ آ ملے ٭

۲۔ یہ کہ سبق کے یاد کرنے میں اور سمجھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی۔ کہ اگر ہم بھولینگے تو استانی جی مارینگی اور برابر کی لڑکیوں میں شرمندگی ہوگی ٭

۳۔ یہ کہ چار باتیں اپنے سبق کی پڑھتی ہیں۔ پندرہ بیس باتیں اوروں کے سبق کی کان میں پڑتی ہیں۔ پندرہ بیس میں سے چار پانچ تو یاد بھی رہ جاتی ہیں۔ باقی کچھ یاد کچھ فراموش رہیں۔ کہ وہ بھی بر وقت اپنے پڑھنے کے کام آتی ہیں ٭

۴۔ جو اپنا پچھلا پڑھا ہوا ہے وہ یاد ہوتا ہے۔ کیونکہ اپنے سے کمتر لڑکیاں سامنے پڑھتی ہیں اور جب

بھول جاتی ہیں ان سے پوچھتی ہیں ٭

۵- آپس کی تکرار اور جواب سوال سے ذہن میں رسائی اور طبیعت میں تیزی پیدا ہوتی ہے- بس اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ بہ نسبت تنہا پڑھنے کے مکتب میں پڑھنا بہتر ہے- تم کو بھی چاہیئے کہ ہمسایہ اور اہل محلہ کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو بلا کر گھر میں بٹھا لو- اور اُنہیں خود پڑھایا کرو کہ انشاء اللہ چند روز میں استعداد کافی حاصل ہو جائیگی- اور خدا کے نزدیک بھی موجب ثواب ہے کہ بندگان خدا تمہاری بدولت دولتِ علم سے بہرہ ور ہو جائینگے- دوسرا سبب اُن کی ہشیاری کا یہ معلوم ہوا کہ اُستانیوں کے پڑھانے کی ترکیب بہت خوب ہے کیونکہ اگرچہ عورتوں کو پڑھاتے ہوئے پنجاب میں ہم نے نہیں دیکھا لیکن اکثر ملانوں کو جو دیکھا تو یہی پایا کہ بچّے کی اُنگلی ایک سطر پر رکھ دی اور چار لفظ بتا دئے وہ اُسے بیٹھا ہوا جپے جاتا ہے حرف کی پہچان یا مطلب کے سمجھنے سے کچھ واسطہ نہیں تھوڑی دیر میں انگلی اُس کی کہیں سے کہیں پہنچی دیکھنا اور طرف ہے منہ سے وہی لفظ غلط سلط کہے جاتا ہے میاں جی کو کچھ پروا نہیں جب بھول گیا یا چپکا ہو رہا تو پھر وہی لفظ بتا دئے- بچّہ پھر اُنہیں جپنے لگا- پس ایسے پڑھانے سے کچھ حاصل نہیں- ہماری ولایت میں بھی یہی دستور ہے- اور یہاں کے مکتبوں میں بھی یہی طور پایا کہ بچّے

کو بخوبی حرف شناس کرتے ہیں۔ کہ حرف کو بخوبی پہچانے
بعد ازاں حرفوں کا ملانا بتاتے ہیں جب پڑھانے بیٹھتے
ہیں تو حرف پہچان پہچان کر اُسی سے نکلواتے ہیں اور
ملواتے ہیں۔ جہاں سے جانتے ہیں کہ یہ اُس کا بالکل
پڑھا ہوا نہیں ہے اُسے بتلا بھی دیتے ہیں بعد ازاں
ایک دو دفعہ اسی طرح بتلانے میں ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ
بچّہ اُس سبق کو الگ بیٹھ کر خود یاد کر سکے جہاں
بھول جائے تو پوچھ لے لیکن بخیال کم سنی کے ایک
اُس سے زیادہ پڑھے ہوئے لڑکے کو اُس کے پاس بٹھا
دیتے ہیں تا کہ اسے دوسری طرف مصروف بھی نہ
ہونے دے اور جہاں بھول جائے یہ بتلاتا بھی جائے۔
جب اس طرح سے حرف کی پہچان اور اُن کا ملان
ذرا ذرا آ جائے۔ تو چاہیئے۔ کہ جو کچھ پڑھیں اُس کا
مطلب بھی اُن کو سمجھاتے جائیں تا کہ قوّت حافظہ یعنی
یاد کے ساتھ فہم اور سمجھ کا زور مل کر جو کچھ پڑھیں
دل میں کھب جائے۔ اور پھر کبھی نہ بھولے اور آگے
نکالنے کی قوّت خود بخود پیدا ہووے۔ اور ذہن روشن
ہوتا چلا جائے۔ اس کا طریقہ فقط یہی ہے۔ کہ اُستاد
کو چاہیئے ایسی ترکیب نکالے جس میں کسی طرح لڑکے
کا دھیان سمجھنے پر رجوع ہو۔ جو کچھ پڑھے اُس کے
مطلب پر بھی خیال ہوا کرے ٭

ایک یہ بات بھی یہاں کی مجھے بہت مناسب معلوم
ہوئی کہ جب لڑکا حروف ا ب ت ث وغیرہ کو خوب

پہچان لیتا ہے تو ساتھ ہی اُسے حرفوں کا لکھوانا بھی شروع کرا دیتے ہیں - اور فی الحقیقت یہ بات نہایت مفید ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ علم دل سے تعلّق رکھتا ہے - اور عمل ہاتھ سے پس جب علم اور عمل یعنی ظاہر اور باطن سے انسان ایک کام میں مصروف ہوتا ہے وہ بہت جلد مضبوطی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہوتا ہے - ہماری ولایت میں خوشنویسی کا بہت چرچا ہے چھوٹا بڑا ہر شخص خوشنویسی کا شوق رکھتا ہے دیکھو جتنے خوشنویس نامی بلکہ موجدِ خط ہوئے سب اُسی طرف کے لوگ ہوئے بلکہ عرب والوں نے فقط عربی میں کمال پیدا کیا فارس والوں نے نسخ و نستعلیق دونو میں ایجاد و اختراع کمال کو پہنچائے - یاقوت رقم خاں و قاضی عصمت اللہ و برادر زادہ وغیرہ غزنی میر علی تبریزی میر علی کاتب میر عماد مرزا قاسم شیریں قلم - محمد حسین جواہر رقم آغا رشید فارسی ہیں - تم نے بھی سُنا ہوگا کہ خط ایران کی کتاب عالم میں مشہور ہے - دو چند و سہ چند قیمت پاتی ہے اور حقیقت یہ ہے - کہ جو شیرینی اور لطافت اُن کے ہاتھ کو خدا نے دی ہے اور کو نصیب نہیں ہے - گوہر شاد بیگم امیر تیمور کی بہن کا لکھا ہوا قرآن آج تک چلا آتا ہے - کہ لوگ اس کو دیکھ دیکھ کر سیکھتے ہیں اور مشق کرتے ہیں - آقا بیگہ جلائر اور میزہ خاتون تبریزی کا خط آج تک شہرۂ روزگار ہے ٭

غرض طریقہ لکھنے کا یہ ہے۔ کہ جب بچّے حرف شناس ہو جائیں تو ایک صف میں سب کو برابر بٹھا کر ایک سیاہ روغنی تختہ سامنے کھڑا کریں۔ لڑکے اپنی اپنی پتھر کی تختیاں لے کر بیٹھیں اور استاد ایک ڈلی سفید کھریا کی لے کر کھڑا ہو۔ پہلے اُس تختہ پر ا ب ت تین حرف لکھے اور لڑکوں سے پوچھے کہ یہ کیا حرف ہیں جب وہ بتلائیں تو کہے کہ اسے دیکھ کر تم بھی اسی صورت کے حرف لکھو جب وہ بھی لکھیں تو اُنہیں کہے کہ اُن کو خوب سمجھ کر ذہن میں بٹھا لو اور ایک دو دفعہ اپنی تختی پر اور لکھو بعد ازاں خود بھی تختہ پر سے مٹا دے اور اُن کی تختی پر سے بھی مٹوا دے اور کہے کہ اب تم آپ اپنی یاد اور خیال سے اُنہیں حرفوں کو لکھو جب وہ لکھیں تو دیکھے کہ مقدار الف کی تین نقطہ اور ب کے نیچے ایک اور ت کے اوپر دو نقطہ ہیں اور دیکھے کہ مدّات درست ہیں یا نہیں جس کے ہاں غلطی ہو اُسے صحیح لکھنے والے بچّوں سے سمجھوا دے۔ جب ث تک خوب صاف ہو جائے تو پہلے فقط جیم کا سرا لکھے اور اُن سے کہے کہ تم بھی ج اسی طرح لکھو دو تین دفعہ جب لکھ لیں تو اُس میں دُمبالہ لگائے ج اور اُن سے بھی کہے کہ اسی طرح لکھو جب وہ لکھیں تو پانچ چار دفعہ لکھوا کر مٹوا دے اور کہے کہ اب میرے خط کو بغیر دیکھے ہوئے اپنی

طرف سے لکھو جب اس طرح بھی دو چار دفعہ لکھیں
تو پھر اُس میں دائرہ لگائے ج اور اُن سے کہے
کہ تم بھی لکھو جب وہ پورا جیم اسی طرح لکھنے لگیں
تو پھر الف سے لے کر ج تک پانچ سات دفعہ سب
حرفوں کی مشق کرائے بعد ازاں نقطوں کے ہیر پھیر
سے ح خ بھی اُن کے قلم سے نکلوائے اور مثل
ج کے پہلے سرا دال کا د لکھے اور اُن سے بھی
لکھواوے دو چار دفعہ کے بعد دامنہ اُس کا ذ لگا کر
پورا کرے اور ر ز کو بھی اسی طرح لکھوا کر پھر ا
سے لے کر ز تک کئی دفعہ مشق کرائے اور ایک
دن اسی مقام پر ختم کرے دوسرے دن پہلے ا
سے ز تک انہیں سے لکھوا کر دیکھے کہ سب کو
یاد ہے یا نہیں اگر نہ یاد ہو۔ پھر نئے سر سے
خوب سمجھا کر یاد کرائے بعد اس کے فقط دندانے
یعنی سرا سین کا س لکھے اور اُن سے بھی اُسی
طرح لکھواوے جب دیکھے کہ ان کے قلم سے بھی
نکلنے لگا تو اُس میں دو نقطہ کا دامنہ ش لگائے اور
اُن سے بھی لکھوائے جب وہ بھی لکھنے لگیں تو
دائرہ لگائے اور پورا س بچوں سے بھی لکھوائے
بعد ازاں خود مٹا دے اور اُن کی تختیوں پر سے
بھی مٹوا دے۔ اور کہے کہ جس طرح میں نے بتایا
ہے اب اپنی یاد سے لکھو ؛
غرض اسی طرح سب حرفوں کو اوّل سے آخر تک

لکھوائے۔ ا ب ت ث ح ح ج ح خ د ذ
ر ز س س ش ش ش ص ص ض
ط ط ظ ع ع ع غ ف و ق ا ل
ک ال م م م ا ل ن و و ہ ا لا ء ر
ی ی ے ے ۔

جب اکہرے حرفوں کی خوب مشق ہو جاے۔ تو دُہرے دُہرے حرف اسی طرح لکھوا دیں کہ با اس طرح لکھتے ہیں اور بت اس طرح لکھتے ہیں اور بج اس طرح لکھتے ہیں غرض آخر تقطیع تک اسی طرح سب تختیاں پڑھانے کے ساتھ اُن کے قلم سے بھی لکھواتے جائیں۔ بعد دو حرفی کے اُن کے ذہن کو مرکّب حرفوں پر لائیں۔ مثلاً اوّل پوچھیں کہ ناک میں پہلے کیا حرف بولتا ہے۔ بعد اس کے کیا اور پھر اُس کے بعد کیا بچّہ یہ سوال صحیح بتلاوے تو اُسے کہیں کہ اسی ترتیب سے جو تم نے زبان سے کہا۔ قلم سے بھی لکھو لیکن اتنا خیال ضرور رکھو کہ جو حرف ملنے والے ہوں اُنہیں ملا کر لکھو جو نہ مل سکیں اُنہیں جُدا۔ مثلاً ناک میں پہلے ن بعد اُس کے ا تو بشکل نا باہم مل سکتے ہیں اُنہیں ملا کر لکھو لیکن الف کے بعد کوئی حرف آئے تو وہ نہیں مل سکتا ک کو علیٰحدہ لکھو اس طرح ناک اسی طرح پہلے دو حرفی سہ حرفی مثلاً ناک کان بات چیت وغیرہ بعد اُس کے چو حرفی پنج حرفی وغیرہ الفاظ لکھوائیں کہ چند روز میں بچّہ خاصی طرح جو کچھ

پڑھے ساتھ کے ساتھ وہی لکھنے بھی لگتا ہے - اے نور چشم خلاصہ اس تمام خط کا تین فقروں میں پھر بیان کرتا ہوں :-

۱- یہ کہ حق ہمسایہ کی چند لڑکیوں کو اپنے ہاں بطور مکتب کے بٹھاؤ کہ ایک جِہتی کے چرچہ میں علم خوب حاصل ہوتا ہے ٭

۲- یہ کہ جو کچھ پڑھو سمجھ کر پڑھو اور یاد کرو اور آگے اپنی طبیعت کے زور سے نکالنے کا ارادہ کرو ٭

۳- جس طرح میں نے لکھا ہے اُسی ترکیب سے ساتھ کے ساتھ لکھنے کی بھی مشق شروع کر دو - عنایتِ الٰہی سے مجھے یقین ہے کہ اگر اسی طرح عمل کروگی - تو انشاء اللہ چین میں تمہارے ہاتھ کا لکھا ہوا خط میرے پاس پہنچیگا اور میں ایک ہفتہ مقام کرکے انشاء اللہ کل کی تاریخ یہاں سے روانہ ہونگا - استانی جی صاحبہ کو بعد التماس دعا کے معلوم ہو کہ آپ کی خدمت کے واسطے یہ کنیز میں نے لاہور میں چھوڑی ہے اگرچہ ابھی یہ کسی قابل نہیں لیکن جو کچھ ترکیبیں یہاں کے پڑھانے لکھانے کی بندہ نے لکھی ہیں آپ اُن کو مکرّر سہ کرّر پڑھ کر اسی طرح سعیدہ کو ہدایت فرمائیے کہ جلد تر لائق آپ کی خدمت گزاری کے ہو جائے فقط اور سب خورد و کلاں کو درجہ بدرجہ دعا سلام پہنچے جناب قبلہ و کعبہ کو آداب و تسلیمات پہنچے فقط ٭

مرزا شریف یہ خط روانہ کرکے آپ کلکتہ کو

روانہ ہوئے اِدھر جبکہ یہ خط لاہور میں پہنچا سب حیران ہو گئے۔ کہ اِلٰہی چار دن ہوئے کہ آگرہ کا خط آیا۔ ابھی سے کیونکر کلکتہ پہنچ گئے اور خط کس طرح لکھا۔ لفافہ کو پُرکار دیکھ کر اور بھی تعجّب میں تھے۔ کہ بی ادیب النّساء موجود تھیں اُنھوں نے اُسی وقت لفافہ کھول کر خط پڑھا اوّل خیر و عافیت کو سُن کر بی بی اور سب گھر والوں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ بعد ازاں ادیب النّساء نے سارا خط اوّل سے آخر تک پڑھ کر سُنایا بنارس کے مکتبوں کا اور چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے پڑھنے لکھنے کا حال سُن کر سب بہت ہنسے اور خوش ہوئے اور بی سعیدہ نے اُس عبارت کو دو دو دفعہ پڑھوا کر سُنا۔ اور خط لے کر آپ بھی اُس کے لفظ اُٹھانے لگی۔ اور اُسی وقت سے ماں کے گرد ہو گئی۔ کہ ہمسایہ میں سے پانچ سات لڑکیاں جمع کر کے مجھے مکتب بنا دو چنانچہ ماں نے اُسی وقت اہل محلّہ کی دو تین دیرینہ سال عورتوں کو بُلایا اور بہت خاطر داری سے بٹھایا۔ پان کی گِلوریاں بنا بنا کر دیں اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے کہا کہ سعیدہ کے والد ملک چین کی طرف گئے ہیں چلتے ہوئے سعیدہ کے پڑھانے لکھانے کے لئے بہت تاکید کر گئے تھے۔ بلکہ اُستانی جی صاحبہ کو بھی اسی واسطے اپنے سامنے مقرر کر گئے تھے۔ تا کہ اپنے دین آئین اور دُنیا کی بھلائی بُرائی سے واقف ہو کر گھر کا حساب کتاب آئے گئے ہوئے خط کے پڑھنے لکھنے کا آرام

رہے ۔ رشتہ میں سے کئی خط آئے اُن میں بھی برابر یہی تاکید چلی آتی ہے کہ سعیدہ کے پڑھانے سے غافل نہ رہنا بنارس سے اب ایک خط آیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ یہاں شرفا اور رئیسوں نے مل کر اپنے اپنے محلّوں میں مکتب جاری کئے ہیں کہ سب کی لڑکیاں ایک جگہ مل کر پڑھا کریں آپس کے چونپ سے ان کا پڑھنا بھی خوب ہوگا اور ایک ایک شخص اگر اپنے گھر میں اُستانی رکھے تو اُس کا بوجھ ہر ایک سے نہیں اُٹھ سکتا ۔ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ۔ پس بموجب اُن کے لکھنے کے میں تم کو بھی کہتی ہوں ۔ اگر تمہارا جی چاہے تو بی ادیب النّساء صاحبہ گھر میں ہیں اور سعیدہ بھی اُن کی خدمت میں پڑھتی ہے اپنی اپنی لڑکیوں کو اُن کے پاس پڑھنے بٹھا دو آخر کھیلنے کو سعیدہ کے پاس آتی ہیں اس سے بہتر یہ ہے دن بھر میں دو پہر پڑھا کریں ۔ اور کھیل کود کی تضیع اوقات سے محفوظ رہیں ہمسائیاں بھی دیرینہ سال اور فہمیدہ تھیں علاوہ ازیں مرزا شریف کے گھر کا طریقہ اور چال چلن ایسا شریفانہ تھا کہ کسی کو اپنی لڑکی کے بھیجنے میں تامل نہ تھا اس بات کو قبول کیا اور دوسرے دن سے سات آٹھ لڑکیاں اُن کی بھی پڑھنے کو بیٹھیں ۔ اور سعیدہ نے اُسی دن سے لکھنے کی بھی مشق شروع کر دی بعد ازاں خط مرزا شریف کے نام اس مضمون سے لکھ کر روانہ کیا ؎

جناب قبلہ و کعبۂ من دام ظلہم العالی بعد آداب و تسلیمات عرض یہ ہے کہ الحمد للہ یہاں سب طرح خیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت درگاہ الٰہی سے مطلوب ہے - دو شفقت نامے آپ کے ایک لکھا ہوا مقام اکبر آباد کا دوسرا شہر بنارس کا پہنچے حال معلوم ہوا - بموجب آپ کے فرمانے کے اُسی دن اماں جان نے ہمسائیوں کو بُلا کر سمجھایا اور دوسرے دن سے لڑکیاں اُن کی پڑھنے کو بیٹھ گئیں - چونکہ فدویہ اُن سے آگے پڑھی ہوئی ہے - اس واسطے اُن کو بھی سبق پڑھاتی ہے - اور اُستانی جی سُنتی جاتی ہیں اور اُسی دن سے فدویہ نے لکھنا بھی شروع کر دیا ہے اطلاعاً عرض کیا امید کہ آپ بھی دعا سے فراموش نہ فرمائیں - کہ بزرگوں کی دعا بارگاہ الٰہی میں خوردوں کے واسطے بہت جلد مقبول ہوتی ہے - باقی بہمہ وجوہ خیریت ہے - آپ سب طرح خاطر جمع رکھیں اور اُستانی جی صاحبہ کی طرف سے دعا پہنچے زیادہ تسلیم فقط ؛

مرزا شریف بنارس سے روانہ ہو کر کلکتہ پہنچے اپنی کوٹھی میں اُترے وہاں کے حساب کتاب چیز بست کو دیکھا گھر کا خط بھی اس عرصے میں پہنچا اس سے خیر و عافیت گھر کی اور حال سعیدہ کی سعادت مندی اور ہمسایہ کی لڑکیوں کے پڑھنے کا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور شکر درگاہ الٰہی میں بجا لائے بعد اس کے چونکہ یہاں سے جہاز میں سوار ہو کر ملک چین کی طرف

روانہ ہوتے ہیں - اس واسطے روانگی جہازات کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ جہاز کے روانہ ہونے میں ابھی ایک مہینے کا عرصہ ہے اس واسطے ایک خط گھر کو اس مضمون کا روانہ کیا ؎

سعیدہ حمیدہ نور چشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقاتہا۔ بعد دعاے بہبود دین و دُنیا کے معلوم ہو۔ کہ خط تمہارا بمقام کلکتہ پہنچا تم نے جو حال لڑکیوں کے جمع ہونے کا بطریق مکتب کے لکھا ہے طبیعت بہت خوش ہوئی اور تم نے جو لکھنے کی بھی مشق شروع کر دی اور لڑکیوں کو خود پڑھاتی ہو یہ بہت خوب تدبیر ہے انشاء اللہ تمہاری سعادت مندی سے یقین ہے کہ چند روز میں استعداد معقول حاصل کر لوگی - ہمارا یہ حال ہے کہ سفر خشکی کلکتہ تک تمام ہوا یہاں سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہونگے۔ اور جہاز کی روانگی میں ابھی ایک مہینے کا عرصہ ہے۔ اس واسطے مہینہ بھر تک ہم یہیں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ تم ہر ہفتہ ایک خط اپنی اور سب گھر کی خیر و عافیت کا لکھ کر بھیج دیا کرو کہ خاطر جمع رہے۔ زیادہ دُعا ؎

جب یہ خط گھر میں پہنچا تو اب سعیدہ کو بھی کچھ کچھ لفظ نکالنے کی قوّت ہو گئی تھی آپ خط کھول کر اُستانی جی کے سامنے لے بیٹھی اور اُن سے پوچھ پوچھ کر پڑھنے لگی - اور سارا خط پڑھ کر آپ اپنی والدہ کو سُنایا ماں بہت خوش ہوئی اور خدا کی درگاہ میں شکر کیا کہ خدا نے بیٹی کو اس قدر لیاقت دی کہ باپ کا

خط آپ پڑھ لیا۔ اور بی ادیب النساء کا بہت شکریہ ادا کیا اور دوشالہ جو اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی اُتار کر اُن کو اُڑھا دیا۔ لیکن چونکہ سعیدہ نے کبھی جہاز کا نام بھی نہیں سُنا تھا۔ اس واسطے حیران ہو کر پوچھنے لگی۔ اماں جان جہاز کیا ہوتا ہے۔ ڈولی پالکی نالکی گاڑی گھوڑا ہاتھی تو سواری کی چیزیں ہم نے بھی دیکھی ہیں لیکن یہ نام آج تک سُنا نہ کبھی دیکھا۔ ماں نے کہا۔ کہ میں کونہ گوشہ کی بیٹھنے والی بھلا میں کیا جانوں۔ فضل خدا سے اب تم خود لکھنے پڑھنے لگیں اپنے باوا جان کو لکھو وہ وہاں سے جواب میں سب حال لکھ بھیجینگے۔ چنانچہ بعد دو چار دن کے جو جواب خط کا لکھا گیا تو اُس میں سعیدہ نے اس طرح لکھوایا:۔

جناب قبلہ و کعبہ دام ظلہم العالی۔ بعد آداب و تسلیمات عرض یہ ہے کہ مرحمت نامہ آپ کا مقام کلکتہ سے پہنچا دل کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ شکر خدا کا کہ اس قدر مسافت خیر سلاّ سے طے کی خدا آیندہ کی بھی خیر رکھے۔ آپ نے اب کے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ ہم کلکتہ سے جہاز پر سوار ہو کر آگے کو روانہ ہونگے یہ بات فدویہ کی سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ گھوڑا ہاتھی پالکی گاڑی وغیرہ تو اکثر دیکھی ہیں لیکن جہاز نہیں دیکھا نہ اُس کا حال سُنا اُمّید کہ اُس کی کیفیت سے اطلاع بخشئیگا۔ اور فدویہ نے سُنا ہے کہ کلکتہ سے اس طرف سڑک آہنی بھی اکثر جگہ بن گئی

اُس کا حال بھی لکھئیگا - کہ یہاں سب لوگ مشتاق ہیں
باقی سب طرح خیریت ہے ؛

جب یہ خط کلکتہ پہنچا تو مرزا شریف پڑھ کر اور
حال دریافت کر کے بہت خوش ہوا کہ ابھی سے
طبیعت اس کی مطالب علمی اور ہر شے کی دریافت
پر مائل ہوتی ہے یقین ہے کہ انشاء اللہ کچھ نہ کچھ
ہو رہیگی اور یہ محنت اکارت نہ جائیگی - چنانچہ جواب
اُس خط کا اس طرح تحریر کیا :-

حمیدہ رشیدہ نورچشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقاتہا -
بعد دعاے بہبود دین و دُنیا کے معلوم ہو کہ شکر خدا
کا یہاں خیر و عافیت ہے اور تمہاری خیر و عافیت
درگاہِ اِلٰہی سے مطلوب ہے خط تمہارا لکھا ہوا ۱۵
جنوری کا پہنچا حال معلوم ہوا تم نے جو حال جہاز
کا اور کیفیت سڑک آہنی کی پوچھی ہے - اس سے
بھی طبیعت کو فرحت ہوئی - شکر خدا کا کہ تم کو ہر
بات کی تحقیق پر خیال ہے - یہ عادت بہت اچّھی
ہوتی ہے جتنا پوچھوگی اتنا ہی سیکھوگی - لقمان حکیم
سے کسی نے پوچھا کہ تم نے علم کیونکر حاصل کیا -
اُس نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا کہ مجھے نہیں
آتا اور کو آتا ہے اُس کے پوچھنے میں شرم نہ کی -
ہوتے ہوتے خدا نے ایسا کر دیا کہ جو باتیں بیسیوں
آدمیوں کو نہیں آتیں وہ مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں
اور میں اُنہیں بتاتا ہوں - چنانچہ میں اوّل تمہارے

واسطے جہاز کا حال لکھتا ہوں اُس کو پڑھ کر مجھے اِطّلاع
دینا انشاء اللہ خط آیندہ میں سڑکِ آہنی کا حال بھی
لکھونگا زیادہ دُعا ٭

اوّل اس بات کو خیال میں رکھو کہ یہ زمین جس
پر ہم سب خلق خدا کی رہتے سہتے ہیں مثل نارنگی کے
گول ہے تیسرا حصّہ زمین کا خشکی ہے جس میں کچھ
آبادی اور کچھ پہاڑ اور جنگل ہیں باقی دو تہائی پانی
سے ڈھکی ہوئی ہے - اور اُس پانی کو سمندر کہتے
ہیں سمندر کا پانی دریاؤں کی طرح بہتا نہیں حوض یا
تلاؤ کی طرح ٹھیرا ہوا ہے اور مزے میں ایسا کھاری
ہے کہ ایک گھونٹ نہیں پیا جاتا - جب اُسے جوش
کرتے ہیں اور جلتے جلتے پانی بالکل سوکھ جاتا ہے تو
کھار اُس کی سفید سفید نمک کی طرح نیچے جم کر خشک
ہو جاتی ہے اور اُسے نمک کی جگہ کھانے میں ڈالتے
ہیں - سمندر کے پانی میں خود بخود ایک جوش آتا ہے
کہ چھ گھنٹہ تک اُس کا پانی زمین کی طرف لہریں مار
کر بہتا ہوا آتا ہے اسے جوار کہتے ہیں اور پھر چھ
گھنٹے تک اُلٹا ہٹ جاتا ہے اسے بھاٹا کہتے ہیں
چوبیس گھنٹے میں دو دفعہ جوار بھاٹا آتا ہے اور
۱۴ تاریخ کو جب چاند پورا ہوتا ہے - تو اُس کا بہت
زور شور ہوتا ہے کوڑیاں اور سیپ اور بڑے بڑے
گھونگے وغیرہ جو تم دیکھتی ہو اُن کا حال بھی قابل
سُننے کے ہے کہ جب پانی موجیں مارتا ہوا زمین کی

طرف آتا ہے تو بڑے بڑے گڑھوں میں بھر جاتا ہے
اور اُس میں چھوٹے چھوٹے جانور سمندر کے آ کر
رہ جاتے ہیں پانی خشک ہوتا ہے تو وہ مر جاتے ہیں۔
اور گوشت گل کر ہڈیاں اُن کی لوگ نکال لاتے ہیں۔
بعضی کوڑیاں اور سیپ اور بعضے بڑے گھونگے ہوتے
ہیں - حکیموں اور داناؤں نے علم کے زور سے معلوم
کیا ہے - کہ یہ جوار بھاٹا چاند کے سبب سے سمندر
میں پیدا ہوتا ہے - اگرچہ کناروں پر بعضی جگہ پانی کم
بھی ہوتا ہے - لیکن اس سمندر کی تھا نہیں اُس میں
جہاز کے ذریعے سے چلتے ہیں - جہاز بڑے بڑے
شہتیروں اور کڑیوں اور موٹے موٹے تختوں سے
منوں لوہا جڑ کر تیار کرتے ہیں - اور رال اور طرح
طرح کے روغن اُس پر لگا دیتے ہیں کہ پانی سے
تختے گل نہ جائیں - ایک ایک جہاز پانچ پانچ بلکہ
دس دس حویلیوں کے برابر ہوتا ہے اور دو منزلہ اور
سہ منزلہ بنا ہوا ہوتا ہے - حجرے اور کوٹھڑیاں چھوٹی بڑی
بنی ہوئی ہوتی ہیں - چاروں طرف دروازے اور کھڑکیاں
ہوتی ہیں - جہاز کے روانہ ہونے سے پہلے ذخیرہ - غلہ -
پانی - ایندھن وغیرہ کل ضروریات اس قدر لے کر رکھ
لیتے ہیں - کہ مُدت سفر تک کافی ہوں - اُسی پر کھاتے
پکاتے چلے جاتے ہیں - اور جہاں رستے میں کوئی
بندرگاہ یا کنارہ پر آبادی آتی ہے - وہاں سستاتے
ہیں - جس چیز کی ضرورت دیکھتے ہیں وہ اور لے لیتے

ہیں - لنگر کا حال سُنو کہ جہاز میں بڑی بڑی چرخیاں ہوتی ہیں اُن پر موٹی موٹی زنجیریں بہت لمبی لپٹی ہوئی ہوتی ہیں - اور اس کے سرے میں بڑے بڑے بھاری لوہے کے کانٹے باندھتے ہیں - جہاں جہاز کو ٹھیرانا منظور ہوتا ہے اُن کانٹوں کو پانی میں ڈال دیتے ہیں - وہ زمین میں گڑ جاتے ہیں - جہاز ٹھیر جاتا ہے - جب چلنا منظور ہوتا ہے کانٹے زمین سے نکال لیتے ہیں اور زنجیروں کو اُٹھا کر پھر جہاز میں رکھ لیتے ہیں - جہاز روانہ ہو جاتا ہے - جہاز کے بیچوں بیچ میں کئی کئی شہتیر گاؤدم کھڑے ہوتے ہیں ان کو مستول کہتے ہیں - ان میں موٹے موٹے رسّے باندھتے ہیں - اور اُس پر کپڑے کی بہت مضبوط چادریں اور چاننیاں تان دیتے ہیں - اُن کو بادبان کہتے ہیں - ہوا اُن سے ٹکرا کر زور کرتی ہے اور جہاز آگے چلتا ہے - جس طرف کو ہمیں جانا منظور ہے اگر اُسی طرف کی ہوا ہو - تو اُسے بادِ مراد کہتے ہیں - اور اگر بر خلاف ہو - تو اُسے بادِ مخالف کہتے ہیں - چالیس - یا پچاس بلکہ سو سو آدمی جہاز کے کار و بار کے لئے مقرر ہوتے ہیں - کہ جب ضرورت پڑتی ہے ہوا کے رخ کو بادبان کے ذریعے سے تبدیل کرتے ہیں ایک طرف سے دوسری طرف لگا دیتے ہیں انہیں ملّاح اور جاشو اور خلاصی کہتے ہیں - اِن لوگوں کو تیرنے میں ایسا کمال ہوتا ہے - کہ جب

ضرورت پڑتی ہے پانی میں کود پڑتے ہیں اور مچھلی کی طرح تیرتے پھرتے ہیں۔ رسّیوں اور مستولوں پر اس طرح چڑھتے ہیں کہ بندر بھی دیکھ کر حیران رہ جائے۔ جہاز کے اوپر سب سے اونچی جگہ پر ایک چرخی ہوتی ہے۔ جس سے جہاز کا رُخ بدل سکتے ہیں۔ اُس پر ہر وقت ایک آدمی بیٹھا رہتا ہے اور ضرورت پڑے۔ تو جہاز کو دائیں بائیں پھیرتا رہتا ہے۔ جہاز کا سب سے بڑا افسر راستوں وغیرہ سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ اُسے جہاز کا کپتان کہتے ہیں۔ نقشہ اس کے سامنے دھرا رہتا ہے۔ اکثر جہاز بے خبری میں باد مخالف کے زور سے کسی پہاڑ سے ٹکر کھاتا ہے۔ تو اُسی وقت ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ جہاز کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کشتیاں رکھتے ہیں انہیں دبوسہ کہتے ہیں۔ کہ ایسے وقت پر وہ بہت کام آتی ہیں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے۔ اسباب یا آدمی وغیرہ ان میں آ جاتے ہیں۔ جن کی زندگی باقی ہوتی ہے وہ بچ جاتے ہیں۔ سمندر میں تیز ہوا کا چلنا جہاز کے لئے خطرناک ہے۔ ایسی ہوا سے تمام سمندر تہ و بالا ہو جاتا ہے۔ پانی مارے موجوں کے بانسوں اونچا اُٹھتا ہے۔ اور جہاز کبھی آسمان پر ہوتا ہے۔ اور کبھی زمین پر۔ منوں پانی جہاز پر آ کر گرتا ہے۔ خلاصی اُس وقت بڑا کام کرتے ہیں۔ بادبان اُتار لیتے یا اُن کے رُخ ضرورت کے موافق بدلتے رہتے ہیں۔ پانی نکال نکال کر

پھینکتے ہیں - جو لوگ سوار ہوتے ہیں - جان سے نا اُمید ہو جاتے ہیں - موت سامنے معلوم ہوتی ہے - اور سوا خدا کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا - ایک ایک کے منہ کو دیکھتا ہے اور بے اختیار زار زار روتا ہے - خدا وہ وقت نہ دکھائے - ہر مذہب کے لوگ جو سوار ہوتے ہیں اپنے اپنے مذہب کے بموجب خدا کو یاد کرتے ہیں - اس وقت کسی کا زور نہیں چلتا - اس میں اگر ڈوب گیا تو رضا بقضا اور نہیں تو بعضی دفعہ جہاز ایسے ایسے جزیروں میں جا نکلتا ہے - کہ وہاں بالکل آدم زاد کا پتہ نہیں ہوتا - بعض دفعہ ایسے جزیرہ میں کہ پُرانے پُرانے مقامات اور آثار آبادی کے تو معلوم ہوتے ہیں - لیکن آدمی نہیں ہوتے - کسی آفتِ آسمانی یا پانی کی طغیانی سے سب تباہ ہو جاتے ہیں - مکانات قائم درخت میوہ دار باقی رہ جاتے ہیں - لوگ وہاں اُترتے ہیں کھاتے پیتے ہیں - رستے کے لئے ساتھ اُٹھا لیتے ہیں - بعضے آباد جزیرے ملتے ہیں لیکن ایسے ہوتے ہیں کہ نہ وہاں کے لوگوں کی زبان یہ سمجھتے ہیں نہ ان کی وہ - وہاں کے آدمی بالکل وحشی ہوتے ہیں - ان سے راہ و رسم نکالتے ہیں - اس رستہ کو یاد کر کے ان سے تجارت کھولتے ہیں - وہاں کی ہزاروں چیزیں اپنے کام کی ہوتی ہیں وہ لیتے ہیں - اپنی چیزیں اُنہیں دیتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں روپیہ کا نفع اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرتے ہیں +

جب خدا کی قدرت سے ہوا تھم جاتی ہے اور پانی ٹھیر جاتا ہے تو جہاز کو بھی امن ہوتا ہے۔ جہاز کا کپتان اس وقت نقشہ کو پھر دیکھتا ہے۔ اور حساب کرتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں کوس کہیں سے کہیں جا پڑے ہیں۔ اگر کوئی جزیرہ یا شہر پاس ہوتا ہے تو وہاں جا کر لنگر ڈال دیتے ہیں اور چند روز ٹھیر کر آرام لیتے ہیں۔ جہاز موجوں کی تھپیڑ سے مرمت طلب ہو جاتا ہے اُسے درست کرتے ہیں۔ جہاز کا دستور ہے۔ کہ بہت گہرے پانی میں چلتا ہے۔ اگر اتفاقاً بہت کم پانی میں جا پڑتا ہے۔ تو اپنے بوجھ کے سبب زمین سے جا لگتا ہے۔ اس کے لئے عقلمندوں نے یہ تدبیر رکھی ہے۔ کہ خلاصی لنگر کو لے کر گہرے پانی کی طرف جاتے ہیں اور غوطہ مار کر اُسے زمین میں قائم کر دیتے ہیں۔ جہاز میں ایک ایسا مستول ہوتا ہے۔ کہ جو دولاب کی لٹھ کی طرح پھرتا ہے اس کو کلوں کے ذریعے سے پھراتے ہیں۔ اس پر زنجیر اِس طرح لپٹتی جاتی ہے جیسے تکلے پر سوت لپٹتا ہے۔ اور جہاز آہستہ آہستہ لنگر کی طرف ہٹنا شروع ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ جب حسب دلخواہ گہرے پانی میں پہنچ جاتا ہے۔ تو لنگر اُٹھا لیتے ہیں اور جہاز آگے کو روانہ ہوتا ہے +

زمانۂ قدیم میں بادبانی جہاز چلتے تھے۔ وہ ہمیشہ ہوا کے

سمندر
سمندر
سمندر
سمندر
جزیرے
سمندر
سمندر
سمندر
سمندر
سمندر
آسٹریلیا
جہاز کا راستہ چین جانے کا

زمین کا گولا

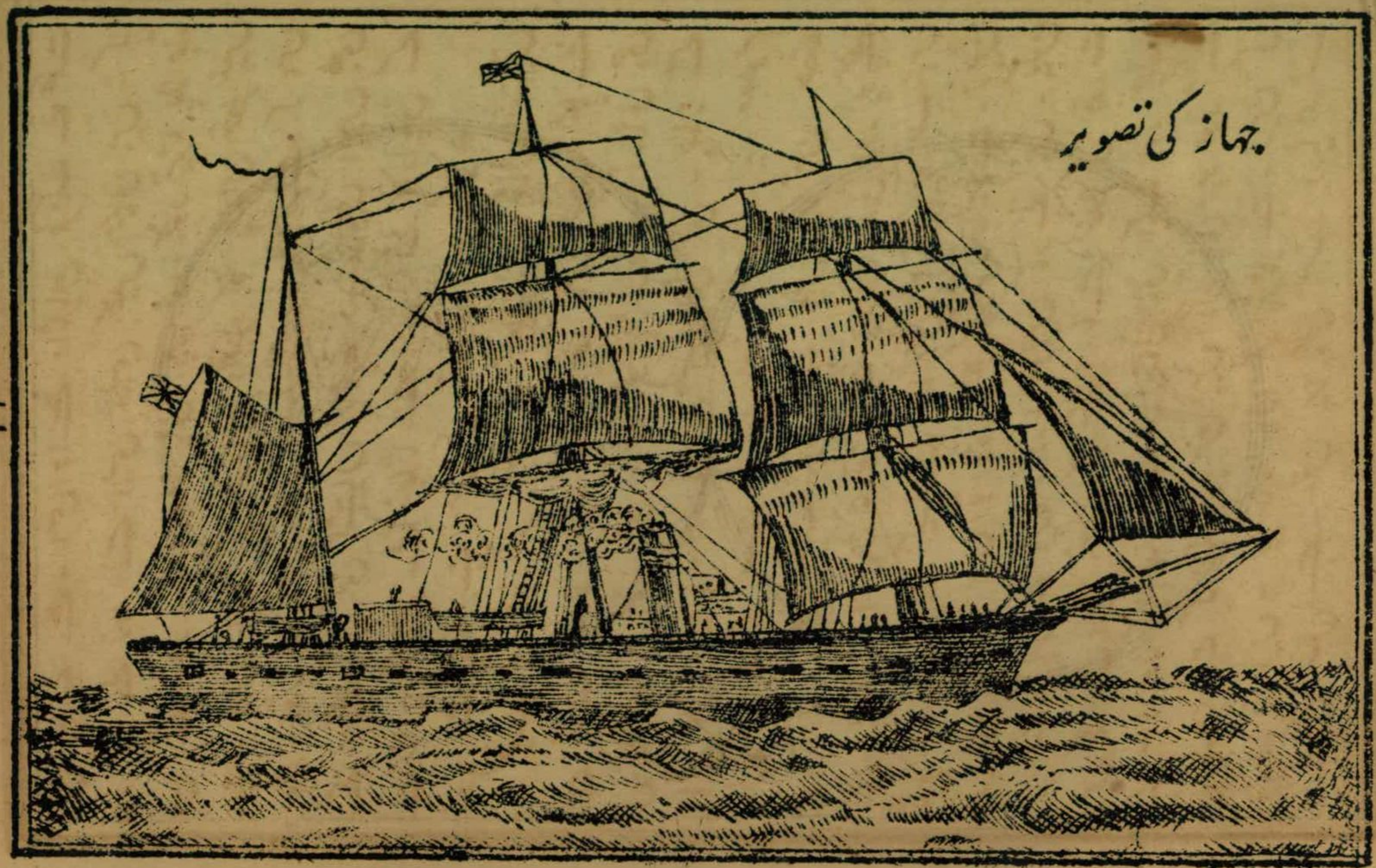

جہاز کی تصویر

تابع ہوتے تھے۔ اسی واسطے دانایانِ فرنگ نے حکمت اور علم کے زور سے ایسی ایسی کلیں نکالی ہیں۔ کہ ان کے زور سے جہاز پانی پر خود بخود تیرتا چلا جاتا ہے۔ اس جہاز کو طوفان وغیرہ کا چنداں خطر نہیں ہوتا۔ اور وہ اس قدر زور سے جاتا ہے کہ اس کے پیچھے کئی کئی کشتیاں باندھ دیتے ہیں انہیں بھی بے تکان کھینچے لئے جاتا ہے۔ یہ آگ اور پانی کے زور سے چلتا ہے اس کی تصویر یہ ہے +

جب یہ خط گھر پہنچا تو سعیدہ نے کمال اشتیاق سے اُسے کھولا۔ اب اُسے خود بھی حرف نکالنے کی طاقت ہو گئی تھی۔ خط کو پڑھنے لگی۔ اُستانی جی بتاتی جاتی تھیں۔ اور وہ پڑھتی جاتی تھی۔ جہاز کے حال کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ جب یہ معلوم ہوا۔ کہ زمین ایک گولا ہے اُس پر تین حصّہ پانی پھیلا ہوا ہے۔ تو بہت حیران ہوئی اور پوچھنے لگی کہ اُستانی جی کیسا ہی بڑا مٹی کا ڈلا ہو جب اُس پر پانی ڈالتے ہیں تو وہ بالکل گھل جاتا ہے۔ زمین پر سمندر لہراتے ہیں۔ دریا موجیں مارتے ہیں۔ لیکن اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے؟ اسے خدا کی قدرت کے سوا اور کیا کہا جائے۔ اُستانی جی ایک اور تعجب کی بات ہے کہ ایک باسن میں اگر پانی ہو اور اُسے اوندھا کر دیں۔ تو سارا پانی گر پڑتا ہے۔ زمین کی گولے کی شکل ہے۔ اس پر بھی سمندر دریا ہم سب

دُنیا کے لوگ اسی طرح رہتے سہتے چلتے پھرتے ہیں۔ گر نہیں پڑتے۔ اُستانی جی نے کہا کہ بیٹا ابھی یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئیگی۔ خدا نے اپنی قدرت سے کشش کی قوت زمین کو دی ہے کہ وہ سب چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس واسطے یہ سب چیزیں اُس سے جُدا نہیں ہو سکتیں۔ جہازوں کا ہوا کے زور سے چلنا سُن کر بہت حیران ہوئی۔ اور کہا کہ دیکھو! ایسے دریا میں جس کی تھاہ نہیں۔ اور ہزاروں کوس تک کنارہ پیدا نہیں بے ٹھکانے ہوا کے بھروسے پر چلنا کیسا مشکل اور خوفناک کام ہے۔ سچ ہے کہ بے ڈور کی پتنگ کا اللہ ہی حافظ ہے۔ دھوئیں کا جہاز پھر بھی غنیمت ہے۔ کچھ تو انسان کا قابو اس پر ہے۔ اور یہ تیز بھی چلتا ہے۔ جلدی سے مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ سعیدہ یہ باتیں کرتی تھی۔ اُستانی جی اس کی سمجھ اور عقل پر تعجب کرتی۔ اور ذہن کی رسائی پر آفرین کرتی تھیں۔ مرزا شریف کے خط کا جواب اس طرح لکھا:۔

جناب قبلہ و کعبہ دام ظلہم العالی۔ بعد آداب و تسلیمات عرض یہ ہے۔ نوازشنامۂ عالی عین انتظار میں پہنچا۔ الحمد للہ کہ آپ کلکتہ بخیر و عافیت پہنچے۔ یہاں بھی سب طرح خیریت ہے۔ آپ کی سلامتی کے لئے ہم سب دن رات دست بدعا رہتے ہیں۔ کہ

خدا آپ کو سب آفتوں سے محفوظ رکھے اور صحیح سلامت پھر گھر میں پہنچائے۔ جہاز کا حال جو آپ نے لکھا تھا سب فدویہ نے پڑھا۔ خدا کی قدرتوں کو دیکھ دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔ سُبحانَ اللہ سُبحانَ اللہ۔ اب سڑک آہنی کا حال دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے۔ اُمّید کہ وہ بھی مرحمت فرمائیے۔ زیادہ آداب فقط خط کے نیچے فدویہ سعیدہ اپنے ہاتھ سے لکھ دیا۔ جب یہ خط باپ کے پاس پہنچا اسی وقت اُس نے کھول کر پڑھا۔ خط کے نیچے جو بیٹی کا نام اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا بہت خوش ہوا۔ اور سجدۂ شکر درگاہ اِلٰہی میں بجا لایا۔ اور بیٹی کے خط کا جواب اس طرح لکھا:۔

رشیدۂ حمیدہ نور چشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقاتہا۔ بعد دعاے ترقی دین و دنیا کے معلوم ہو تمہارا خط پہنچا۔ سب حال معلوم ہوا۔ تم نے اپنا نام اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ میں بہت خوش ہوا۔ اُس اللہ کا شکر ہے۔ جس نے تمہیں اس قابل کیا۔ خدا ان ہاتھوں میں قوّت سعادت مندی زیادہ کرے۔ اپنی اُستانی جی کی خدمت میں میری طرف سے التماس دعا کرنا۔ اور بہت شکریہ ادا کرنا۔ یہ سب اُنہیں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر توجّہ جیسی چاہیئے تمہارے حال پر ہے۔ یہاں آ کر میں نے سُنا کہ اگرچہ خشکی

کا رستہ بہت قریب اور بے جوکھوں ہے لیکن اس
کے رستے میں مہاراجہ صاحب والیٔ کشمیر کی عملداری
ہے اور وہاں سوداگروں اور مسافروں سے بے انتہا
محصول لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بدن کے
کپڑوں تک کا بھی محصول لیتے ہیں۔ قدم قدم
پر محصول لینے والے بیٹھے ہیں اس واسطے تجویز
یہ ہے۔ کہ ملتان سے کشتی میں بیٹھ کر کراچی
اور کراچی سے بمبئی اور وہاں سے بخطِ راست
چین کو روانہ ہونگا ؎

اب لوہے کی سڑک کا حال سُنو کہ گاڑی یا
بگّی میں بیل یا گھوڑے لگائے جاتے ہیں کہ ان
کے کھینچنے سے پہیّے پھرتے ہیں اور ان کے پھرنے
سے ساری گاڑی آگے کو چلتی ہے۔ فرنگستان کے
داناؤں نے عقل کے زور سے ایک کلدار گاڑی
بنائی ہے۔ اس میں آگ اور پانی کے ذریعے
سے حرکت پیدا ہوتی ہے اور پہیّے خود بخود آگے
بڑھتے ہیں تیز اس قدر چلتی ہے کہ ایک گھنٹے
میں ساٹھ میل جا سکتی ہے۔ تکان یا ہچکولے
کا نام نہیں۔ ایک تختِ سلیمان ہے کہ ہوا پر
اُڑا چلا جاتا ہے۔ اس سڑک پر لوگوں کو چلنے
کا حکم نہیں۔ کیونکہ اگر اتّفاقاً اس وقت گاڑی
سامنے سے آ جائے تو پھر بھاگنا تو درکنار قدم
اُٹھانے کی فرصت نہیں لینے دیتی۔ یہ تماشا میں

نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک دِن ایک صاحب کا ولایتی کُتّا سڑک پر کھڑا تھا۔ سامنے سے گاڑی آ گئی اور کُتّے کو اس طرح دو ٹکڑے کر گئی جیسے کوئی قینچی سے کتر دیتا ہے۔ اُس بیچارے نے سانس تک نہ لیا۔ چونکہ آگ کا کام ہے اس لئے اس میں لوہا بہت لگایا جاتا ہے۔ اس کے پہیّے وغیرہ سب لوہے کے ہوتے ہیں۔ اسی واسطے بہت بھاری ہوتی ہے۔ اگر ایک دفعہ پکّی سڑک پر گزر جاے تو بالشت بالشت بھر زمین اندر دھنس جائے۔ اس کی سڑک لوہے کی بناتے ہیں۔ جس جگہ سڑک بنانی منظور ہوتی ہے اوّل کنکر اور پتھر وغیرہ کا مضبوط بھراؤ کرتے ہیں۔ اس کے بعد جتنے چوڑے گاڑی کے پہیّے ہوتے ہیں اس کے موافق لمبی شہتیریاں یا لوہے کے پرنالے بچھا دیتے ہیں۔ دو دو تین تین گز کے ٹکڑے جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ پیچ دار کیلوں سے انہیں برابر بچھا کر جڑ دیتے ہیں اور ایک خط سیدھا کر دیتے ہیں۔ اس میں اونچ نیچ نہیں ہوتی۔ اس سرے سے اُس سرے تک ہموار ہوتی ہے۔ کیونکہ نشیب و فراز میں تیز رفتاری کے سبب سے گاڑی کے اُلٹ جانے کا خوف ہوتا ہے۔ ان گاڑیوں کے بوجھ اُٹھانے کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ جتنا زیادہ بوجھ ہو اُلٹنے کا خوف نہیں ہوتا۔ ایک انجن جس میں

آگ جلتی ہے - اور چلانے کی کلیں لگی ہوئی ہوتی ہیں اوّل میں لگا رہتا ہے - اس کے پیچھے بیس تیس بلکہ چالیس گاڑی تک باندھ دیتے ہیں - برابر کھینچے لئے جاتا ہے اور انجن جس طرح آگے ہو کر پیچھے کی گاڑیوں کو کھینچتا ہے اسی طرح اگر کل کا رُخ پھیر دیں تو وہ اُلٹا چلنے لگتا ہے اور اس صورت میں اُن گاڑیوں کو دھکیلے لئے جاتا ہے - سڑک آہنی کے تیار کرنے میں تخمیناً ایک لاکھ روپیہ فی میل خرچ ہوتا ہے - پہلے یہ کلیں سوائے ولایت کے کہیں نہیں بنتی تھیں - اب کچھ کچھ ہندوستان میں بھی بنا لیتے ہیں - بعض پُرزے جو یہاں نہیں بن سکتے یا جن کے یہاں بنانے میں ولایت سے زیادہ خرچ پڑ جاتا ہے وہیں سے منگوا لیتے ہیں - تعلیم و تربیت کا بڑا اثر ہے - یہاں کے کارخانوں میں اوّل اوّل جو کام گورے لوگ کرتے تھے اب سرکار کے فیض سے تمام ہندوستانی کرنے لگے ہیں ؎

اس گاڑی سے خلق خدا کو بڑا آرام ہو گیا ہے - یہ تو ادنےٰ بات ہے کہ مسافر مہینوں اور دنوں کی مشقّت کے عوض صرف گھنٹوں میں منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں - بڑی بات یہ ہے - کہ پہلے جو سوداگر اپنا مال ایک ملک سے دوسرے ملک میں سینکڑوں روپیہ کرایہ دے کر بھیجتے تھے - اب صرف گنتی کے روپیوں میں پہنچ جاتا ہے - اس سبب سے

قیمت بھی ہر چیز کی ارزاں ہو جاتی ہے۔قحط سالی کے موقع پر بڑی مدد ملتی ہے۔ کیونکہ جس شہر میں مینہ نہ برسا اور کال ہوا اُسی وقت اور شہروں سے جہاں غلہ سستا ہے مال بھر لائے۔ خلقِ خدا کو بھی آرام ہوا اور سوداگروں کو بھی نفع ہوا۔ اور ایک ملک کا فائدہ دوسرے ملک کو پہنچا ٭

مرزا شریف نے یہ خط لکھ کر گھر کو روانہ کیا اور چند روز کے بعد خبر ملی کہ ایک جہاز پانچ دن کے بعد چین روانہ ہونے والا ہے۔ اُسی وقت بندوبست کر کے کرایہ داخل کر دیا اور گھر کو اس طرح خط روانہ کیا :-

رشیدۂ حمیدہ نورچشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقاتہا۔ بعد دُعائے بہبودِ دو جہاں معلوم ہو کہ آج کے پانچویں دن ایک جہاز یہاں سے روانہ ہونے والا ہے۔ میں نے بھی اپنی روانگی کی تجویز اسی میں کر لی ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اب جو خط بھیجو تو خاص شہر چین کی کوٹھی کے پتہ پر روانہ کرو۔ دن رات تحصیل علم و ہنر میں مصروف رہو۔ اور اس لڑکپن کے زمانے کو غنیمت جانو۔ اب تو فضل خدا سے تم آپ پڑھنے لگیں۔ جو نصیحت نامہ میں نے رخصت کے وقت پڑھا تھا اُسے اکثر پڑھا کرو اور ہمیشہ اُس پر عمل رکھو۔ سب خورد و کلاں کو درجہ بدرجہ دعا سلام پہنچے ٭

جس دن جہاز کا لنگر اُٹھایا گیا مرزا شریف بھی سوار ہو کر منزلِ مقصود کو روانہ ہوئے۔ جہاز بادِ مُراد پر بُرجِ ہوا کی طرح برابر چلا جاتا تھا۔ اور مرزا شریف خدا کی یاد میں اُسی کی ذاتِ پاک کے آسرے پر قدرتی نظاروں کا تماشا دیکھتے چلے جاتے تھے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ سوائے پانی کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ پانی کے جھکولے اور موجوں کی لہر دریائی جانور اور سمندر کے مگر دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ جس وقت طوفان کا تصوّر دل میں آتا تھا تو بے اختیار زبان سے نکلتا تھا۔ کہ اِلٰہی تیری پناہ اور تیری بخشش کی پناہ۔ تیرے ہی نام کا بھروسا ہے۔ بے بس بے اختیار انسان ضعیف البنیان کی کیا حقیقت ہے۔ ایسے وقت میں کون ہے جو بندہ کو بچاتا ہے اور پھر سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچاتا ہے۔ دل بہلانے کے لئے ایک دُوربین لیکر ہو بیٹھا اور دُور و نزدیک کا تماشا دیکھنے لگا ایسے بڑے بڑے جانور مگرمچھ۔ ناکو۔ سانپ اژدہے وغیرہ معلوم ہوئے کہ دیکھنے سے زہرہ آب ہوتا تھا۔ آپس میں کھیلتے اور لڑتے۔ جب ایک دوسرے پر منہ کھول کر حملہ کرتے موت آنکھوں میں پھر جاتی۔ دو تین دن تک اس کی طبیعت پریشان رہی چند روز میں جب خوف نکل گیا۔ تو اُس کے دل کو قرار آ گیا۔ بعض جزیرے میں پہنچ کر ایک دو روز آرام لیا۔

وہاں کی سیر اور عجائبات کا تماشا دیکھا - بعض جگہ کسی بندرگاہ پر گزر ہوا تو دیکھا ہزاروں سوداگر جمع ہیں - دریا میں سے موتی نکل رہے ہیں - کہیں سونا نکلتا ہے - اس کے سوا اور ہزاروں طرح کے عجائب و غرائب تماشے دیکھے اور سب کے حالات دریافت کیئے اپنے سفرنامہ کی ایک کتاب لکھی - اس میں تمام رستے کا حال روزمرّہ قلم بند کرتا جاتا تھا - کہ سعیدہ خاتون کے کام آئیگا - غرض خدا کی عنایت شاملِ حال تھی چند روز کے عرصے میں جہاز ملکِ چین جا پہنچا اور مرزا شریف شہر پیکن میں کہ خاقانِ چین کا تخت گاہ ہے داخل ہوا - کوٹھی میں جا کر اُترا - ملک ملک کے سوداگر جمع تھے - سب سے ملاقاتیں ہوئیں - یہ بھی آدمی صاحبِ لیاقت عقلمند تھا سب اس کی ملاقات سے بہت محظوظ ہوئے - معاملوں اور مصلحتوں میں اس کی راے بھی شریک کی جو کچھ تجارت کا مال و اسباب ساتھ لایا تھا - کوٹھی میں داخل کیا - سوداگروں کو خبر ہوئی - سب دیکھنے کو آئے چونکہ جنس موقع کی اور وہاں کے لوگوں کے کام کی تھی - اور مرزا شریف نے نفع بھی بہت کم لگایا تھا - اُسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی - اُنہوں نے اپنی رسید کا خط بمضمون خیر و عافیت گھر کو روانہ کیا :-

رشیدۂ حمیدہ نور چشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقاتہا۔
بعد ادعیات بے غایات معلوم ہو خدا کا شکر ہے۔
کہ اللہ نے یہ مشکل آسان کی اور میں بخیر و عافیت
شہر پیکن تختگاہِ ملکِ چین میں پہنچ گیا۔ سب سے
پہلے تمہاری خیر و عافیت سُننے کی آرزو ہے۔
خدا جلدی تم سب کی خیریت سُنائے۔ اس شہر کا
کیا حال بیان کروں کہ عقل کام نہیں کرتی۔ ایک
طلسمات کا عالم معلوم ہوتا ہے۔ یہاں کے آدمیوں
کا یہ حال ہے گویا برف اور شورے کی پتلیاں
بنا کر چھوڑ دی ہیں۔ میں نے ابھی حسب دلخواہ
یہاں کی سیر نہیں کی۔ لوگوں کی ملاقات۔ کوٹھی
کے حساب کتاب اور جنس کی فروخت وغیرہ میں
مصروف رہا۔ رستہ کی تمام سیر کا حال میں نے
لکھ لیا ہے۔ انشاء اللہ آیندہ باہتگی تھوڑا تھوڑا
کر کے لکھتا رہونگا۔ فی الحال موتیوں کی کیفیت
اور اُن کے نکالنے کی ترکیب لکھتا ہوں *

ہندوستان کے ناواقف لوگ اب تک یہی
جانتے ہیں کہ موتی کی پیدایش آبِ نیساں سے
ہے اور اُس کی تفصیل یہ بیان کرتے ہیں کہ
نوروز یعنی ۲۱ مارچ کے بعد چالیس دن تک
جب مینہ برسے وہ آبِ نیساں ہے۔ سیپ
جو سمندر میں زندہ جانور ہوتا ہے۔ اُن دنوں
میں مُنہ کھولے ہوئے پانی کے اوپر تیرتا پھرتا

ہے ۔ اتّفاقاً جب آبِ نیساں کی کوئی بوند اس میں جا پڑتی ہے تو وہ مُنہ بند کر کے پھر غوطہ مار جاتا ہے اور وہ قطرہ گوہرِ نایاب بن جاتا ہے ۔ اگر ایک بڑا قطرہ ایک دفعہ ہی جا پڑا ہے تو گوہرِ یکتا ہوگا ۔ اگر ننّھی ننّھی کئی بوندیں پڑی ہیں ۔ تو بہت سے چھوٹے چھوٹے موتی ہونگے ۔ جنہیں مروارید کہتے ہیں ۔ دانایانِ فرنگ نے جو اس کی تحقیقات کی ۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بات فقط کہانی ہے اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ دریا میں خاص قسم کا جانور ہوتا ہے ۔ جسے مچھلی یا سیپ سمجھنا چاہیئے ۔ سمندر کی ریت کا کوئی دانہ جب اس کے پیٹ میں چلا جاتا ہے تو ناموافقت مزاج کے سبب سے طبیعت میں فساد پیدا کرتا ہے ۔ اس کے اثر سے پیپ کی طرح کا مادۂ فاسد پیدا ہو کر ریت کے دانے کے گرد جمع ہونا شروع ہوتا ہے آخر وہ جانور اُسی بیماری میں مر جاتا ہے ۔ اس کا گوشت پانی کی کھار کے سبب سے گل جاتا ہے ۔ ہڈیاں تہ میں بیٹھ جاتی ہیں ۔ غوطہ خور انہیں نکالتے ہیں ۔ پھر وہ دنیا میں پھیل کر قیمت پاتے ہیں ۔ جزیرۂ سراندیپ ۔ جاپان ۔ خلیج فارس وغیرہ مقامات میں بہت موتی نکلتے ہیں ۔ خصوصاً خلیج فارس کے موتی نہایت آبدار اور بیش بہا ہوتے ہیں ۔ ماہ اپریل سے آخر مئی تک یعنی گرمی کی

ابتدا میں موتی نکالے جاتے ہیں۔ اگرچہ دریا کے کنارے کنارے ہوتے ہیں۔ لیکن کنارے سے پندرہ پندرہ میل کے اندر ملتے ہیں۔ وہاں پانی کا زیادہ سے زیادہ گہراؤ ۲۸ گز ہوتا ہے۔ بادشاہ کی طرف سے ٹھیکہ دیا جاتا ہے۔ سوداگر لوگ جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گھر اور جھونپڑیاں ڈال کر وہاں اُترتے ہیں۔ غوطہ خور آکر جمع ہوتے ہیں۔ صبح سے کام شروع ہوتا ہے اور دو پہر تک جاری رہتا ہے۔ جس وقت کام شروع ہونے لگتا ہے۔ پہلے ایک توپ چلتی ہے۔ اس وقت عجب لطف ہوتا ہے۔ سوداگر لوگ اپنے اپنے غوطہ خوروں کو لے کر کناروں پر جا کھڑے ہوتے ہیں ان کی بہت خاطر تواضع کرتے ہیں کہ مزدور خوش دل کام بھی خوش اسلوب کرتا ہے۔ جو غوطہ خور دریا میں غوطہ مارتا ہے۔ اس کا مالک دُعائیں مانگتا اور درگاہِ الٰہی میں رجوع کرتا ہے کہ اے پروردگار اس اندھیری کوٹھڑی میں اس کا ہاتھ ایسی جگہ پر پڑے کہ دُرِ شاہوار ہاتھ آئے۔ سچ ہے خدا کی خدائی اور قسمت کا زور ایسی جگہ پر آئینہ کی طرح روشن ہوتا ہے۔ غرض غوطہ خور ۵۰ سیکنڈ تک پانی میں ٹھیر سکتے ہیں۔ کیونکہ سانس کو روکے بغیر پانی میں غوطہ نہیں مارا جاتا۔ جو لوگ زیادہ مشاق ہوتے ہیں وہ زیادہ بھی تھم سکتے ہیں۔ ایک شخص بڑا مشاق تھا۔

وہ ساڑھے چار بلکہ پانچ پل تک پانی میں ٹھیرتا تھا۔
ایک غوطہ میں سو سیپ تک نکلتے ہیں۔ اور صبح سے
دو پہر تک کام جاری رہتا ہے بعد دو پہر کے
بند کر دیتے ہیں۔ کیونکہ پھر ہوا شروع ہو جاتی ہے۔
اگر کنارے کے قریب قریب غوطہ مارنا ہوتا ہے تو
وہیں سے کود پڑتے ہیں۔ لیکن چونکہ کنارے سے
پندرہ پندرہ میل تک موتی ملتے ہیں اس واسطے
اگر آگے نکالنا چاہتے ہیں۔ تو چھوٹی چھوٹی کشتیاں
موجود ہوتی ہیں ان میں بیٹھ کر جاتے ہیں اور جہاں
منظور ہوتا ہے ٹھیر کر غوطہ لگاتے ہیں۔ جو کچھ قسمت
کا ہے مل جاتا ہے۔ سوائے قسمت آزمائی کے
کوئی حکمت یا تدبیر کا وہاں دخل نہیں۔ ایک جگہ
سے ایک غوطہ خور خالی نکلتا ہے۔ وہیں سے دوسرا
شخص دامنِ اُمید مالا مال بھر کر آتا ہے۔ جب
غوطہ خور جھولیاں بھر کر نکلتے ہیں۔ تو سیپ بالکل
سربستہ ہوتے ہیں۔ بعضوں میں سے بڑے بڑے
موتی بعضوں میں چھوٹے چھوٹے بعضے بالکل خالی
نکلتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا کھولنا بہت دشوار ہوتا
ہے۔ علاوہ اس کے اگر کھولیں بھی تو اندر موتی
کو نقصان پہنچے۔ اس واسطے اپنے اپنے گھروں میں
محفوظ مقام پر دھوپ میں ڈالتے جاتے ہیں۔ تاکہ
سب خشک ہو جائیں۔ اس وقت بآسانی کھل جاتے
ہیں۔ اس میں سے بھی جب موتی نکلتے ہیں۔ تو

ان پر رطوبت باقی ہوتی ہے۔ انہیں لکڑی کے برتنوں میں ڈال کر رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ اچھی طرح خشک ہو جائیں۔ اور رگڑ کے سبب سے اُن کی آب خراب نہ ہو۔ جب وہ رطوبت بھی خشک ہو جاتی ہے تو پہلے ریت اور سمندر کے پانی سے دھوتے ہیں اور بعد اس کے صاف پانی سے۔ اس طرح آبداری اور شفافی زیادہ تر چمک جاتی ہے فقط ٭

مرزا شریف نے جو خط جہاز کی روانگی کے وقت گھر بھیجا تھا پہنچا۔ اُسے سُن کر سب گھر کے لوگ بہت پریشان ہوئے اور دُعائیں مانگنے لگے۔ کہ خدا اُن کو خیر و عافیت سے پھر گھر میں لائے۔ اب تو سعیدہ بھی خط پڑھنے لگی تھیں۔ دن رات دُعائیں مانگتی اور جب بہت جی گھبراتا تو باپ کے خطوں کو لے بیٹھتی کبھی سمندر کی سیر کبھی جہاز کی کیفیت معلوم کرتی۔ کبھی سڑک آہنی کا حال دیکھتی۔ غرض باپ کے خطوں کو پڑھ پڑھ کر جی بہلاتی۔ اور دل کو تسلّی دیتی۔ پڑھنے کے ساتھ لکھنے کی مشق بھی چلی جاتی تھی اور یہی ارادہ تھا۔ کہ ایسی محنت کروں کہ اب کی دفعہ اپنے ہاتھ سے خط لکھوں۔ شوق رہبر ہے اور محنت درختِ ثمرور ہے۔ خدا کی عنایت سے چند روز میں خط بھی کچّا پکّا لکھنے لگی۔ اسی عرصہ میں مرزا شریف کا خط جو اس نے چین سے لکھا تھا آن پہنچا۔ اُسی وقت سارے

گھر میں مبارک سلامت ہوئی - سب خوش ہوئے - ماں بیٹیوں نے سجدۂ شکر ادا کیا - بیٹی نے باپ کا خط پڑھا اور ماں کو سُنایا - بعد ازاں اس کا جواب اپنے قلم سے اس طرح لکھا :-

جناب قبلہ و کعبہ دام ظلہم العالی - بعد آداب و تسلیمات کے عرض ہے شکر خدا کا کہ یہاں سب طرح خیر و عافیت ہے اس سے زیادہ شکر یہ ہے کہ آپ کا شفقت نامہ بمضمونِ خیر و عافیت چین سے پہنچا - یہاں کا حال بدستور اور کوٹھی کا کار و بار خدا کے فضل سے جاری ہے - سمندر اور جہاز وغیرہ کا حال جو آپ نے تحریر فرمایا تھا سب فدویہ نے دیکھا - سبحان اللہ کیا خدا کی شان ہے اور کیا کیا چیزیں اس نے پیدا کی ہیں - لوہے کی سڑک کا خیال کر کے اور بھی عقل حیران ہوتی ہے - اس میں ایک بات کا بڑا آرام ہے کہ اگر چالیس پچاس کوس پر بھی کوئی شخص نوکر ہو تو گویا گھر ہی میں ہے - کہ دن بھر نوکری کی - شام کو سوار ہوا اپنے بال بچوں میں آ گیا - کھایا - پیا - سویا - بیٹھا - دوسرے دن صبح کو روانہ ہوا اور دس بجے پھر اپنی نوکری پر جا حاضر ہوا - خدا ان حاکموں کو سلامت رکھے کیا کیا آرام و آسایش کی باتیں اپنی پیاری اور بیچاری رعیت کے لئے نکالتے ہیں - موتیوں کا حال سُن کر اماں جان بھی بہت حیران ہوئیں - ان کی پیدایش کی جو کہانی

عالم میں مشہور ہے - ہم تو وہی جانتے تھے - لیکن اب معلوم ہوا کہ اصل اس کی یہ ہے - اُمّید ہے کہ جو جو حالات وہاں کے ملاحظہ فرمائینگے فدویہ کو مفصّل لکھینگے - اپنی آنکھوں سے تو دیکھ نہیں سکتے - ہم لوگوں کو حال سُن کر بھی بہت تعجّب آتا ہے - اور طبیعت خوش ہوتی ہے - زیادہ آداب و تسلیمات *

یہ خط سعیدہ نے لکھ کر یہاں سے روانہ کیا - چند روز کے بعد مرزا شریف کے پاس پہنچا - جب باپ نے خط کو دیکھا کہ خاص بیٹی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے - تو بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا - اپنے دوست آشناؤں کو دکھایا وہ سب بھی دیکھ کر بہت حیران ہوئے - اور سعیدہ کے سلیقہ و تحریر پر آفرین و تحسین کی - بلکہ بعضوں نے اس کی نقل لے کر اپنے اپنے گھروں کو خط میں بھیجی اور لکھا کہ دیکھو سعادت مند اور سگھڑ بیٹیاں ایسی ہوتی ہیں - تمہیں بھی چاہیئے کہ آج سے علم و ہنر کی تحصیل شروع کرو - چنانچہ اس کی دیکھا دیکھی اور شہروں میں بھی پڑھنے لکھنے کا چرچا شروع ہو گیا - اس کے بعد مرزا شریف نے اس مضمون کا ایک خط سعیدہ کے نام لکھ کر روانہ کیا:-

رشیدۂ حمیدہ نور چشمی سعیدہ زاد اللہ توفیقا تہا - بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط پہنچا - سب حال معلوم ہوا - تمہارے ہاتھ کی تحریر دیکھ کر نہایت خوشی حاصل ہوئی - آفرین صد آفرین - خدا اس سے زیادہ توفیقاتِ

نیک تمہیں دے - اپنی اُستانی جی کا میری طرف سے بھی شکریہ ادا کرنا - انشاء اللہ جس وقت صحیح و سلامت خدا تمہارے پاس پہنچائیگا - اُس وقت حسب دلخواہ شکریہ کرونگا - فی الحال ملک چین کے حالات جو یہاں دیکھنے میں آئے ہیں تمہاری تفریح طبع کے لئے لکھتا ہوں ؎

پیکن یعنی تختگاہِ مُلکِ چین کا حال

اس شہر کی میں نے سیر کی - عجب گلزار ہے - جس بازار میں گزر ہوتا ہے ایک طلسمات کا عالم معلوم ہوتا ہے - اتنے دن پھرتے چلتے ہوئے لیکن ہر روز ایسی ایسی چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے - شہر کی آبادی ۲۵ میل کے گردے میں ہے - اور شہر پناہ ۳۰ فٹ بلند ہے - بادشاہی قلعہ بڑی شان و شوکت کا اور اس کے ایوان و مکانات نہایت دلچسپ اور پُر فزا ہیں - زیبائش و آرائش سے بہشت کا نمونہ معلوم ہوتے ہیں - بازار اور راستے سیدھے اور کشادہ - بیچ میں نہر جاری ہے - چوری چکاری کے بندوبست کے لئے حکم ہے کہ رات کو کوئی شخص بغیر روشنی کے نہ نکلے - شہر کے بیچوں بیچ میں ایک بڑا تالاب ہے - اس کا طول ایک کوس اور عرض اس سے کچھ کم ہے - بہت عمدہ اور خوبصورت

بنا ہوا ہے - اس کے چاروں طرف بید مجنوں کے درخت ہیں - بیچوں بیچ میں ایک مندر نہایت خوشنما بنا ہوا ہے اور عمارت میں بڑی بڑی صنعتیں اور کاری گری کام میں لائے ہیں - سُنہری - رُپہلی اور رنگ آمیزی کی گلکاری سے جڑاؤ اور مرصّع کاری کو مات کر دیا ہے - اُس میں سنگ مرمر کا ایک بیل ایسا خوبصورت بنایا ہے - کہ قابل دیکھنے کے ہے - اس شہر میں ۳۰ لاکھ آدمی کی آبادی ہے ؛

چین کے لوگوں کا حال

چین کے آدمی خود پسند - بُزدل - حاسد - کینہ ور - شکّی - محنتی - حلیم اور خوش اخلاق ہیں - افیم بہت کھاتے ہیں - اُن کے چہرے زرد ہیں - بلند ماتھا - چھوٹی چھوٹی آنکھیں - کالے بال ہوتے ہیں - عورتوں کے پاؤں بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور تماشا یہ ہے کہ جتنا پاؤں چھوٹا ہوتا ہے - اُتنی ہی وہ عورت حسین اور اشراف سمجھی جاتی ہے - یہاں تک کہ اس ملک کی زنانی جوتیاں آٹھ نو اُنگل سے زیادہ نہیں بنتیں - ایک ہزار برس سے یہ رسم وہاں جاری ہوئی ہے - اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں - کہ ایک دفعہ سب عورتوں نے مل کر بادشاہ پر حملہ کیا تھا -

جب سے یہ دستور مقرر ہو گیا کہ بچپن میں عورتوں کے پاؤں کے پنجے خوب کس کر باندھے رکھتے ہیں۔ پھر وہ بڑے ہو کر بھی اتنے ہی رہتے ہیں۔ اسی سبب سے چلنا پھرنا اُن کو بہت مشکل ہے۔ پردہ نہیں کرتیں۔ جالیوں اور کھڑکیوں میں مُنہ کھولے بیٹھی رہتی ہیں۔ بازار میں پھرتی چلتی کم نظر پڑتی ہیں۔ ہندوستان کے راجپوتوں کی طرح وہاں کے لوگ بھی لڑکیوں کو مار ڈالتے ہیں۔ ان کا مذہب بودھ ہے۔ دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن گوشت سب کھاتے ہیں۔ ان کے مذہب کے پانچ احکام ہیں :-

۱- کسی کو جان سے نہ مارو ؛

۲- چوری نہ کرو ؛

۳- جھوٹ نہ بولو ؛

۴- شراب نہ پیو ؛

۵- اگر زاہد پرہیزگار ہو تو شادی نہ کرو ؛

چین کے آدمی تیر اندازی میں بڑے مشّاق ہیں۔ شکار کو بہت پسند کرتے ہیں۔ میز پر کھانا کھاتے ہیں۔ کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ اگر گوشت وغیرہ ہے تو ہاتھی دانت یا چاندی سونے کی دو سلائیاں ہاتھوں میں رکھتے ہیں اُن سے چُبھو چُبھو کر کھاتے ہیں۔ اور اگر چاول وغیرہ ہیں۔ تو چمچے سے کھاتے ہیں۔ کھانے بہت قسم کے پکاتے ہیں۔ ریچھ کے

پنجے - گھوڑے کے سُم - چوپاؤں کے کُھر شوربے دار
پکاتے ہیں اور کھا جاتے ہیں - شاید کوئی ایسی چیز
دُنیا میں ہوگی جسے اہل چین نہ کھاتے ہونگے -
چاے اور حُقّہ سب لوگ پیتے ہیں اور بہت پیتے
ہیں - ہر شخص کی کمر میں ایک زردوزی بٹوہ تمباکو
سے بھرا ہوا رہتا ہے بلکہ عورتوں تک بھی حُقّہ
پیتی ہیں اور جب کسی کے مکان پر ملاقات کو جائیں
تو پہلے تواضع چاے کی واجبات سے ہے - گھروں
کو بہت آراستہ رکھتے ہیں - کُرسیوں پر بیٹھتے ہیں -
دیواروں پر اطلس اور بیش قیمت ریشمی کپڑے
منڈھتے ہیں - اُن پر علم اخلاق کی باتیں اور نصیحت
کے اشعار بہت خوشخط لکھتے ہیں اور نقش و نگار
کرتے ہیں - قندیلیں - فانوس - گلاس وغیرہ روشن
کرتے ہیں - ان میں گلکاری اور رنگ آمیزی ایسی
ہوتی ہے کہ مرصّع معلوم ہوتے ہیں - مسہریوں میں
سوتے ہیں - یہاں تک کہ زمینداروں کے گھر بھی
مسہریوں سے خالی نہیں - پوشاک کا حال سُنو کہ
بہت لمبی لمبی ڈھیلی آستینوں کے کُرتے اُس پر
چغے پہنتے ہیں - پاؤں میں پائجامہ - جاڑے میں
پوستین - لیکن مردوں کی ٹوپیاں ایسی چوڑی ہوتی
ہیں کہ اگر مینہ برسے تو چھتری کی ضرورت نہیں -
لوگ رنگین کپڑے بہت خوش آیندہ رنگوں کے
پہنتے ہیں - لیکن زرد رنگ بادشاہ اور بادشاہ زادوں

کے لئے خاص ہے - ایک چھوٹی سی پنکھیا ہمیشہ ہر شخص کے ہاتھ میں رہتی ہے - اشراف اُلٹے ہاتھ کے ناخون نہیں کترتے تاکہ لوگ انہیں مزدور یا غریب پیشہ ور نہ سمجھیں - عورتیں سر کے بالوں کا جوڑا باندھ کر اُس پر پھول لگاتی ہیں - یہ بناؤ اور آرایش میں داخل ہے - دریا نہر اور آب جاری کی یہاں بہت کثرت ہے - یہاں کے لوگوں کو پتنگ اُڑانے کا شوق ہے اور لاکھوں آدمی اپنے گھر بار سمیت کشتیوں پر گزران کرتے ہیں - پانی میں رہتے ہیں - مرنا جینا شادی مہمانی سب وہیں ہوتی ہے - باز بہری کی قسم سے ایک جانور ہے اُسے ایسا سدھاتے ہیں کہ وہ پانی میں غوطہ لگا کر مچھلی کا شکار کر لاتا ہے - اس کی گردن میں چاندی یا سونے کا چھلا ڈال دیتے ہیں - کہ مچھلی کو نگل نہ جائے - شوقین شکاری جمع ہوتے ہیں - اور کشتیوں پر بیٹھ کر اپنے اپنے جانور چھوڑتے ہیں - عجب ایک تماشا ہوتا ہے - ایک گھڑی بھر میں ہر ایک کے سامنے مچھلیوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے ؛

جب کوئی ان میں مر جاتا ہے تو مردے کو زمین پر رکھ کر اوپر سے قبر بنا دیتے ہیں - اکثر آدمی اپنے اپنے بزرگوں کی لاش کو مصالح لگا کر صندوق میں بند کر کے گھر میں رکھ چھوڑتے

ہیں - اور مصالح اس قسم کا لگاتے ہیں کہ اُس کے گوشت پوست رنگ روغن میں ذرا فرق نہیں آتا - یہاں کے لوگ اپنے بزرگوں کو بہت مانتے ہیں ٭

یہاں علم کا بہت چرچا ہے - اور سب لوگ علم کے شوقین ہیں - غریب ہو یا امیر کوئی بے علم نہیں - گاؤں میں بادشاہ کی طرف سے مدرسے بنے ہوئے ہیں - ۸ برس کی عمر ہوتے ہی ماں باپ بچوں کو وہاں بھیج دیتے ہیں - وہاں لکھنا پڑھنا علم اخلاق اور حساب سکھایا جاتا ہے - یہاں یہ دستور نہیں - کہ امیروں یا بادشاہ زادوں کو بڑے بڑے عہدے ملا کریں - کوئی شخص غریب سے غریب جیسا پڑھیگا اور جس قدر امتحان پاس کریگا اُسی کے لائق اُسے کام مِل جائیگا - میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اُس کے ماں باپ اپاہج تھے - اپنے اور اُن کے گُزارہ کے لئے تمام دن محنت کرتا - اتنا مقدور بھی نہ تھا کہ ایک پیسہ کا تیل لا کر گھر میں چراغ جلائے - اس واسطے جنگل سے جگنو پکڑ لاتا - اور اُنہیں ایک باریک کپڑے میں رکھ کر کتاب کے صفحہ پر رکھ لیتا اور سبق یاد کرتا - تھوڑے دِنوں میں اُسے خدا نے ایسا علم دیا کہ بادشاہ نے اپنا وزیر بنایا - سچ ہے کہ خدا کسی کی محنت اکارت نہیں کھوتا - غرض وہاں علم کا بہت چرچا ہے - کوئی ایسا ہی بد نصیب آدمی ہوگا جسے پڑھنا لکھنا

نہ آتا ہوگا ان کی زبان میں جغرافیہ - ریاضی - طب - شاعری - عروض وغیرہ سب علوم ہیں - اور تاریخ تو ان کے برابر کسی ملک میں نہیں - لیکن ان کی تحریر کا پڑھنا بہت مشکل ہے - اس کا سبب یہ ہے کہ ہر لفظ کے واسطے ایک ایک حرف علیحدہ ہے - جس طرح ہمارے ہاں الف ب ت وغیرہ کے ۲۸ حرف ہیں ان کے ۸۰ ہزار ہیں - ان میں ۲۱۴ تو اصلی حروف یعنی مفردات ہیں - باقی مرکب الفاظ کا کام دیتے ہیں - چھ برس تک دین کی کتابیں حفظ کرائی جاتی ہیں - چھ برس صرف و نحو شاعری انشاپردازی وغیرہ سیکھ کر بارہ برس میں قابل ہو جاتے ہیں - ہر ضلع میں سال میں دو دفعہ امتحان لیا جاتا ہے - جو امتحان میں اچھے نکلیں اُنہیں صوبہ کے حاکم کے پاس دوسرے امتحان کے لئے بھیجتے ہیں - جو اُن کے امتحان میں بھی اچھے نکلیں وہ انہیں سند دے کر اپنے اوپر والے حاکم کے پاس بھیجتا ہے - اس تیسری جگہ کا امتحان بہت سخت ہوتا ہے - پہلے طالب علم کی تلاشی لیتے ہیں کہ کوئی کتاب کاغذ پتر اس کے پاس نہ ہو - پھر ہر ایک کو جُدا جُدا کوٹھڑی میں بٹھا دیتے ہیں - وہاں وہ سوالوں کے جواب لکھ کر اپنے نام کی جگہ فقط ایک نشان کر دیتے ہیں - نام اس لئے نہیں لکھتے کہ امتحان لینے والے سازش کر کے طرفداری نہ کریں - جو اس امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں انہیں

تیسرے درجے کا طالب علم کہتے ہیں - اس وقت سے
وہ نیلے رنگ کا کپڑا سیاہ گوٹ لگا کر پہنتے ہیں - اور
ٹوپی پر ایک چاندی کی چڑیا لگاتے ہیں - چوتھا امتحان
تین سال کے بعد صوبہ کے صدر مقام میں ہوتا ہے -
جہاں بادشاہ کا دیوان اور صوبہ کے تمام حکّام موجود
ہوتے ہیں - سوال دے کر کوٹھڑیوں پر پہرے کھڑے
کر دیتے ہیں - جس طالب علم کے جواب میں ایک
حرف کے لکھنے کی بھی چوک ہو جائے - اس کے کاغذ
پھینک دئے جاتے ہیں - اور ان کے نشان کتر کر
دروازہ پر سب ایک جگہ چپکا دیتے ہیں - کہ اپنا
اپنا نشان پہچان کر دل میں سمجھ جائیں - اس ترکیب
سے ہر شخص کو اپنے حال کی خبر بھی ہو جاتی ہے -
اور مجلس میں سب کے سامنے ذلیل بھی نہیں ہوتا -
جو لوگ اس چوتھے امتحان میں کامل نکلتے ہیں گویا
اُن کی قسمت جاگی - ان کے نام لکھ کر جا بجا شہر
میں لٹکائے جاتے ہیں - ان کے ماں باپ اور
رشتہ داروں کو بلوا کر بڑی خاطر تواضع ہوتی ہے
اور دعوت دی جاتی ہے - خلعت دیتے ہیں - اور
اس دن سے وہ رئیس اور امیر کہلاتے ہیں -
اودے رنگ کا کپڑا سیاہ گوٹ لگا ہوا پہنتے ہیں
اور سونے کی چڑیا ٹوپی میں لگاتے ہیں - سب طرح
کے سرکاری عہدے انہیں مل سکتے ہیں - اگر سلیقہ
اور تمیز سے کام کریں - تو چند روز میں بڑے

مالدار ہو جاتے ہیں - چوتھے امتحان کے بعد دو درجے اور ہیں - جو لوگ اس کی بھی خواہش رکھتے ہیں وہ اس شہر پیکن یعنی تختگاہ چین میں آکر امتحان دیتے ہیں - یہ امتحان بھی تین برس کے بعد دینا ہوتا ہے ہر امتحان میں قریب دس ہزار کے طالب علم شریک ہوتے ہیں - جن میں سے قریب تین سو کے کامل نکلتے ہیں - اُن تین سو کا امتحان بادشاہ کے سامنے لیا جاتا ہے - اس اخیر امتحان میں جو فتحیاب ہوا وہ گویا حد کو پہنچ گیا - اُسے نقّارہ اور نشان کے ساتھ بڑے جلوس سے شہر میں پھراتے ہیں - وزارت کا عہدہ اگر خالی ہو تو انہیں لوگوں میں سے کسی کو دیا جاتا ہے ؛

بہ نسبت سپاہ اور اہل سیف کے اہل علم کی قدر زیادہ ہے - اور مہاجنوں اور مالداروں کی نسبت زمینداروں کی قدر زیادہ ہے - یہاں تک کہ سال بھر میں ایک دفعہ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے ہل جوتتا ہے اور اُس دن کو گویا عید کا دن تصوّر کرتے ہیں ؛

چینیوں کی حکمت اور دستکاری مشہور ہے - اگرچہ دھوئیں کے جہاز - گاڑیاں - تار برقی اور اکثر اور طرح کی کلیں جو دانایانِ فرنگ نے بنائی ہیں وہ نہیں بناتے مگر اس پر بھی باریکی - صفائی - نزاکت اور خوبصورتی میں وہاں کی صنعت کو کوئی ملک نہیں پہنچ سکتا - چھاپنا - باروت بنانا - بجلی کا علم اور اس سے

چیزیں تیّار کرنا انگلستان سے بھی پہلے یہ لوگ جانتے تھے ۔ مقناطیس کی تاثیر اوّل انہیں لوگوں نے معلوم کی ہے ۔ ریشم وہیں پیدا ہوتا ہے اور قدیم سے وہاں ایسے ایسے کپڑے بنتے ہیں کہ عقل کام نہیں کرتی ۔ ریشم اور چھال کا کاغذ نہایت لطیف بناتے ہیں ۔ چاول کے کاغذ پر آدمی کی رنگ دار تصویر ایسی نادر اور خوش رنگ کھینچتے ہیں کہ نظر نہیں ٹھیرتی ۔ چینی کے باسن تم نے بھی دیکھے ہونگے کیا صاف اور خوبصورت بناتے ہیں کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے یہ باسن جو ہندوستان میں آتے ہیں وہاں کے گاؤں گویں کا کام ہوتا ہے ۔ شہر کے لوگ اور اچھے اچھے کاریگر جو کام بناتے ہیں اُن کی خوبی بیان سے باہر ہے ۔ یہاں ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے اُسے پیس کر مٹی میں کہ وہ بھی اسی ملک میں ہوتی ہے ملاتے ہیں اور خمیر کرکے باسن وغیرہ جو کچھ چاہیں بناتے ہیں ۔ چینیوں نے یہ حکمت ۱۲ سو برس سے نکالی ہے ۔

چین کی قندیلیں بہت مشہور ہیں کہ نازک اور رنگا رنگ کی ہوتی ہیں اور بڑی صنعت سے تیّار ہوتی ہیں جو قندیل دروازہ پر آویزاں کرتے ہیں ۔ اُس پر مالک کا نام بھی خوبصورتی کے ساتھ لکھا رہتا ہے ۔ پہلے یہ لوگ شیشہ بنانا نہیں جانتے تھے ۔ لیکن دانایانِ فرنگ سے اب یہ فن بھی اُنھوں نے

حاصل کر لیا - وہاں کے آدمی اس بات میں اُستاد ہیں
کہ جیسی چیز دیکھیں ویسی ہی بنا لیویں - ایک فرنگستان
کا سوداگر بڑا قیمتی موتی بیچنے لے گیا - وہاں کے آدمی
ہر روز اس کے دیکھنے کو آتے ایک دن ایک چینی
نے کئی سو روپیہ بیعانہ کے دئے - ڈبیا پر مُہر کرائی
اور کہا کہ کل جب قیمت ادا کر دونگا تو موتی
لے جاؤنگا - اس کے بعد وہ چینی پھر نہ آیا - یہاں
تک کہ اُس سوداگر کے چلنے کا دن قریب آیا - اگرچہ
موتی کی قیمت اُسے نہیں ملی تھی - لیکن اُس کی
خاطر جمع تھی کہ بیعانہ میں سفر خرچ سے زیادہ
وصول ہو گیا ہے - جب خریدار کے آنے سے
نا اُمید ہوا اور مُہر توڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ
ڈبیا میں جھوٹا موتی رکھا ہے سمجھ گیا کہ چینی چالاکی
کر گیا ؂

وہاں کے آدمی دانت پر ایسی نقاشی کرتے ہیں -
کہ سبحان اللہ - گولی پر جالی تراشتے ہیں - اور اُس
کے اندر اور گولی بناتے ہیں - اس پر جالی اور
پچی کاری اور انواع و اقسام کی رنگ آمیزی کرتے
ہیں - اسی طرح کئی کئی گولیوں میں برابر یہی صنعت
کرتے چلے جاتے ہیں ؂

اگرچہ یہاں باروت مُدّت سے بنتی ہے - لیکن
ان لوگوں نے توپ ڈھالنی فقط ڈیڑھ سو برس سے
سیکھی ہے - ۱۸۴۲ء میں جب بادشاہِ چین نے ہماری

سرکار انگریزی سے بد عہدی کر کے تجارت بند کر دی تو سرکار کو لشکر کشی واجب ہوئی - چنانچہ فوج سرکاری نے فتح پائی اور جزیرۂ نانکن میں فتح کے نشان اُڑاتے ہوئے داخل ہوئے - جب قریب پہنچے تو قلعے میں سے لوگ نکلے - دریا کے کنارے پر آ کر کاغذ کے بڑے بڑے اژدہے اور دیو لا کر کھڑے کر دئے - وہ کل دار تھے ایک دفعہ ہی زبانیں نکال کر دھاڑنے لگے - جب سرکاری فوج قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ یہ فقط کاغذ کا کھیل ہے - فوج کے افسروں کو اُن کے بھولے پن پر رحم آیا - فوج کو حکم دیا کہ گولیاں نکال ڈالو اور خالی باروت سے بندوقیں بھر کر چھوڑ دو - چنانچہ ایسا ہی کیا - وہ بیچارے آواز کی بھی تاب نہ لا سکے اُسی وقت بھاگ گئے ٭

یہاں سے چاے - ریشم - ریشم کے عجیب و غریب کپڑے - چینی کے باسن - دار چینی - شکر - کافور - کاغذ - ہاتھی دانت اور چکڑی کی چیزیں - کھلونے وغیرہ اور ولایتوں میں جاتے ہیں - پونے سات لاکھ من چاے فقط ایک بندرگاہ کینٹین سے ہر سال جہازوں پر لادتے ہیں ٭

یہاں کے لوگ کشتکاری کا کام قدیم سے خوب جانتے ہیں - کھیتوں کو سینچتے ہیں - اور کھات سے درست کرتے ہیں - چاول افراط سے پیدا ہوتا ہے -

اور اس ملک کے آدمیوں کی وہی غذا ہے - فصل سال بھر میں کہیں دو اور کہیں تین بھی ہو جاتی ہیں - گیہوں - جَو وغیرہ غلّے اور طرح طرح کے میوے پھول پھل وغیرہ بھی ہوتے ہیں - لیکن یہاں کی سب سے اعلےٰ پیداوار چلے ہے - یہاں دو طرح کے درخت ایسے پیدا ہوتے ہیں - کہ ان میں سے دو چیزیں موم اور چربی کی طرح نکلتی ہیں - اور ان کی شمعیں بنا کر جلاتے ہیں - کافور کے درخت بھی یہاں بہت ہیں - ان کی ٹہنیاں کاٹ کاٹ کر گھاس کے ساتھ لوہے کی دیگوں میں ڈال کر چڑھا دیتے ہیں اور ان کے مُنہ بند کر دیتے ہیں - تھوڑی دیر بعد کافور ان پتّوں اور ٹہنیوں سے اُڑ کر گھاس پر جم جاتا ہے *

چین کے جنگلوں میں ہاتھی - شیر - گینڈے - ارنے بھینسے - جنگلی بیل - ہرن وغیرہ بہت ہوتے ہیں - پالنے کے جانوروں میں گھوڑے - کُتّے - سُؤر - مرغ - بطخ وغیرہ رکھتے ہیں - خوش آواز جانور مثل بلبلِ ہزار داستاں - اگن - چنڈول وغیرہ خوبصورتی میں عالم تصویر اور خوش گلو ایسے ہوتے ہیں کہ ستار اور بین کو مات کرتے ہیں - اس ملک میں سراگائیں بہت ہوتی ہیں - جن کی دم کی ہندوستان میں چوریاں بادشاہوں اور امیروں کے سر پر ہلاتے ہیں - شال دوشالے جو کشمیر سے آتے ہیں - اُن کی اُون یہیں سے جاتی ہے - جس بھیڑ کی یہ اُون ہوتی ہے سوائے یہاں کے

اور کہیں نہیں ہوتی ۔ تبّت کا مشک بھی بہت خوب ہوتا ہے ۔ اس کا حال یہ ہے کہ ایک خاص قسم کا ہرن ہے جس کے پیٹ میں مشک نافہ ہوتا ہے ۔ اس کے پاؤں میں گھٹنے کے مقام پر اور چار پایوں کی طرح جوڑ نہیں ہوتا ۔ سرتاسر ایک نلی ہوتی ہے ۔ جب پھرتے پھرتے تھک جاتا ہے تو کسی پہاڑ کے پتّھر سے یا درخت کے سہارے سے لگ کر کھڑا ہو جاتا ہے ۔ اگر اتّفاقاً گر پڑتا ہے ۔ تو پھر بہت مشکل سے اُٹھتا ہے ۔ اس کی ناف کے مقام پر ایک گٹھلی سی معلوم ہوتی ہے ۔ جس وقت شکاری اُسے بندوق یا تیر سے شکار کرتا ہے تو ذبح کرنے سے پہلے اس کی ناف کے مقام کو مٹھی میں مضبوط پکڑ کر ایک رسّی سے باندھ دیتا ہے ۔ اگر اُسے نہ باندھے تو ذبح کے وقت وہ خون بھی تمام جسم میں پھیل جائے اور سب گوشت کڑوا ہو جائے ۔ اُس گانٹھ کو ویسا ہی سربستہ کاٹ کر سُکھا دیتے ہیں ۔ وہی مشک نافہ ہوتا ہے ؛

چین میں چاندی ۔ سونا ۔ لوہا ۔ تانبا ۔ پارا ۔ سوہاگہ اور کئی قسم کے جواہرات نکلتے ہیں ۔ سمندر سے موتی بھی نکالتے ہیں ؛

چین کے مینار کا حال

نینٹن چین میں ایک بہت آباد شہر ہے ۔

وہاں عمارات قدیمہ سے ایک عجیب و غریب مینار ہے اس کی بلندی دو سو فٹ ہے۔ تخمیناً ۱۳۰ فٹ تک تمام چینی کا ہے۔ رنگ برنگ کے نقش و نگار صفائی و شفافی دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔ اس کے ۹ کھنڈ اور ۸۸۴ سیڑھیاں ہیں۔ وہاں کے رہنے والے اس کی لاگت اسّی لاکھ روپیہ بتاتے ہیں۔ اس کا ذکر کتابوں میں صدہا سال سے یادگار چلا آتا ہے۔ میں بھی اس کی تصویر دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ اب خدا نے اپنی آنکھوں سے دکھا دیا ؎

روپے اشرفی کے بدلے یہاں چاندی سونے کے قرص چلتے ہیں۔ ایک۔ ایک قرص سو سو پچاس پچاس تولہ کا ہوتا ہے۔ اس کی شکل کشتی کی طرح ہوتی ہے۔ تانبے کے پیسے چلتے ہیں۔ مگر ان میں چھید ہوتا ہے۔ ایک ڈورے میں ہار کی طرح پرو رکھتے ہیں۔ جس کو جس قدر پیسے دینے ہوئے اُس میں سے گن کر ڈورا کاٹ دیا۔ اور گرہ لگا دی ؎

چین میں بادشاہ کی بڑی تعظیم و تکریم ہوتی ہے۔ یہاں کا بادشاہ شہنشاہ کہلاتا ہے۔ جسے اور ملکوں میں فغفور یا خاقان چین کہتے ہیں۔ اس کو رعیت اپنے ماں باپ کے نام سے

پکارتی ہے - جب اس کی سواری نکلتی ہے - تو اس کے جلو میں جلاد - کوڑہ بردار اور زنجیریں لئے ہوئے لوگ چلتے ہیں - جب راہ میں کسی کو کوئی کام خلافِ قانون کرتے دیکھتے ہیں وہیں سزا دیتے ہیں *

تبت کا مالک لاما گرو کہلاتا ہے - لیکن وہ صرف پرستش کرنے کے واسطے ہے - لوگ جانتے ہیں - کہ بدھ جو اُن کا خدا ہے اس قالب میں آیا ہے - اُن کا خیال ہے کہ یہ کبھی نہیں مرتا - جب بڑھاپے سے بدن نڈھال ہو جاتا ہے - تو جیسے کپڑے بدلتے ہیں - اس طرح یہ بھی قالب تبدیل کرتا ہے - انگریزوں نے تحقیق کیا - تو معلوم ہوا - کہ یہ فقط اس کے کارداروں کی چالاکی ہے - جب لاما گرو مر جاتا ہے - تو ایک اُسی وقت کے پیدا ہوئے لڑکے کو لا کر مسند پر بٹھا دیتے ہیں - پھر ایسے ڈھب سے اُسے تعلیم دیتے ہیں - کہ وہ تمام باتیں پہلے لاماؤں کے وقت کی بتانے لگتا ہے - سارے زن و مرد اُن کو کشف و کرامات سمجھ کر یقین کرتے ہیں - کپتان ٹرنر صاحب ایک دفعہ سرکار کی طرف سے سفیر بن کر تبت گئے تھے - وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت لاما کی عمر ۱۸ مہینے کی تھی - لوگوں نے اُسے لا کر دربار میں مسند پر بٹھایا - ملاقات کے وقت بڑی

شکوہ و شان اور تمکنت و بُردباری سے بیٹھا رہا اور برابر ان کی طرف متوجہ رہا۔ جب کپتان صاحب کوئی بات کہتے تو وہ جواب میں اس انداز سے گردن ہلاتا جیسے کوئی امیر کسی کی بات سمجھ کر اشارہ کرتا ہے۔ جب کپتان صاحب کا پیالہ چائے سے خالی ہو جاتا تو وہ تیوری چڑھا کر سر ہلاتا۔ اور چیختا اور اپنے آدمیوں کو چائے دینے کے لئے اشارہ کرتا تھا۔ بلکہ ایک پیالہ طلائی میں سے کچھ شیرینی اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے کپتان صاحب کو دی۔ جب لاما قالب تبدیل کرتا ہے تو اُس کے جسم بے جان کو خشک کر کے چاندی میں منڈھ کر رکھ چھوڑتے ہیں۔ اس کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ جب چین کا بادشاہ مر جاتا ہے۔ تو تمام ملک کے آدمی سو دن تک ماتم داری کرتے ہیں۔ اور کوئی خوشی کا کام نہیں کرتے۔

وہاں کے آئین عجیب و غریب ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا گناہ کرے کہ اُس کے حق میں پھانسی کا حُکم ہو تو وہ گناہ بھی سرکار سے معاف ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس کے ماں باپ ضعیف ہوں اور اُن کا کوئی اور بیٹا پوتا سولہ برس سے زیادہ عمر کا نہ ہو۔ یہاں ماں باپ کی بڑی عزّت کرتے ہیں۔ ایک آدمی نے اپنی ماں پر ہاتھ اُٹھایا تھا۔ بادشاہ کے حُکم سے اُسے پھانسی دی گئی۔ گھر

مسمار کیا گیا - اور اس کی جورو اور اُس ضلع کے حاکم کو بھی سزا ملی - سچ ہے ماں باپ کا حق بچّوں پر ایسا ہی ہے کہ اگر ہم لوگ اپنی جان تک بھی اُن پر نثار کر دیں تو بھی حق سے ادا نہیں ہو سکتے ؂

یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب سال تمام میں ایک دن باقی رہ جائے تو سب لوگ اپنے حساب کتاب فیصلہ کر کے جس کسی کا جو کچھ دینا لینا ہو فیصل کر دیں - اگر کوئی اُس دن اپنا قرض ادا نہ کرے تو قرض خواہ کو اختیار ہے جس طرح چاہے اُس پر سختی کرے - حاکم اُس کی نالش فریاد ہرگز نہیں سُنیگا - اسی واسطے وہاں کے آدمی نیک چلن کفایت شعار ہوتے ہیں - واہیات میں اپنا روپیہ ضائع نہیں کرتے - یہ بھی وہاں کا آئین ہے کہ اگر کسی سے کچھ جُرم گناہ ہو جائے - تو اس کے ساتھ ضلع کے حاکم کو بھی کچھ سزا ملتی ہے - کیونکہ اگر حاکم اپنی رعایا کو علمِ اخلاق - اور قواعدِ شرع اچھّی طرح سکھاتا تو اس شخص سے ایسی نازیبا بات کیوں ظہور میں آتی - بلکہ اگر کسی حاکم کی عملداری میں کوئی بڑی واردات ہو جاتی ہے - تو اس حاکم پر بادشاہ کی طرف سے سخت عتاب ہوتا ہے - اسی واسطے ہر گاؤں کے حاکم مہینہ میں ایک دفعہ لوگوں کو اپنی شرع کی کتاب پڑھ کر سُناتے ہیں - اور سال میں

ایک دفعہ ضلع کا حاکم گاؤں کے حاکموں کو جمع کر کے سُناتا ہے - چینیوں کی شرع میں ماں باپ کی تابعداری اور بزرگوں کا کہنا ماننا آپس میں ملنساری اور اخلاق رکھنا غیر کی ایذا و نقصان کو اپنی ذات کی تکلیف سمجھنا - اور زمینداری کو سب کاموں سے بہتر سمجھنا کفایت کے فائدے - محنت کے منافع - تحصیل علم کا ثمرہ اور بادشاہ کی اطاعت کی بڑی تاکید لکھی ہے - ان کے خیالات کا اندازہ کرنے کے لئے ان کے قانون کا تھوڑا سا ترجمہ نمونے کے طور پر لکھتا ہوں :-

" بادشاہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ سب آپس میں ملاپ اور موافقت رکھو کہ دنگہ فساد اور نالش فریاد کی مصیبت سے محفوظ رہو - اس حُکم کو اچھی طرح گوش دل سے سُنو کہ تمہارے رشتہ داروں اور جان پہچان لوگوں میں اکثر مُسن اور بُڈھے بھی ہونگے اور اکثر تمہارے ہم سبق اور ہم جولی - جب صبح شام تم باہر جاتے ہو ضرور کسی نہ کسی سے تمہاری ملاقات بھی ہوتی ہوگی - گاؤں میں غریب بھی ہوتے ہیں اور دولت والے بھی ہوتے ہیں - بعضے تم سے بڑے - بعضے چھوٹے - بعضے برابر - ایک بزرگ آدمی نے خوب دانائی کی بات کہی - کہ جس جگہ کم سن اور سن رسیدہ آدمی بیٹھے ہوں - وہاں مناسب ہے کہ کم سن آدمی سن رسیدوں کی تعظیم

کریں - ہرگز اس بات کا خیال نہ کریں - کہ وہ غریب ہیں یا امیر - عالم ہیں یا جاہل فقط عمر کا لحاظ رکھیں - اگر تم دولتمند ہو کر غریب سے مُنہ پھیرو گے یا غریب ہو کر دولتمند سے حسد کرو گے - تو اس بات سے ہمیشہ کے واسطے تمہارے دلوں میں فرق اور نفاق قائم ہوگا - یہ فساد اور بے آرامی کی جڑ ہے - بادشاہ جو تم لوگوں کو حد سے زیادہ پیار کرتا ہے - نالش فریاد اور جھگڑوں سے بہت ناراض ہے - چونکہ وہ دل سے تمہاری بہبودی اور بھلائی چاہتا ہے - اس واسطے وہ آپ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ ایسی باتیں کرو جس سے تمہارے درمیان میں برخلافی اور دشمنی نہ ہونے پائے تم لوگوں نے بادشاہ کا ارادہ بخوبی سمجھ لیا - تم کو مناسب ہے کہ اس کی مرضی کے موافق کام کرو - اس فرمانبرداری سے تمہاری حاجت روائی اور رہائی ہوگی - اور مجھے بلا شبہ یقین ہے کہ تم اس کی مرضی کے بموجب کام کروگے اور اپنے باپ یعنی بادشاہ کا دل خوش رکھوگے "

غرض مرزا شریف نے یہ سب حال لکھ کر گھر کو روانہ کیا - مدّت مدید کے بعد جو لڑکی کو اپنے باپ کا خط ملا دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئی سر پر رکھا - آنکھوں سے لگایا - لفافہ کھول کر پڑھا - چین کے حالات پڑھ کر بہت خوش ہوئی - اور سب باتیں

اپنی ماں کو بھی سُنائیں چونکہ پہلے ان باتوں کا ذکر کبھی نہیں سُنا تھا۔ اُسے بھی اشتیاق پیدا ہوا۔ یہ تجویز ٹھیری کہ دن کو تو گھر کے کام سے فرصت نہیں ہوتی رات کو بیٹھ کر خاطر جمع سے سُنا کریں۔ محلہ کی لڑکیاں جو ان کے مکتب میں بیٹھتی تھیں اُنھوں نے بھی یہ سب ذکر سُنے۔ اپنے اپنے گھروں میں جا کر بیان کیا کہ ہماری اُستانی جی کے والد کا خط چین سے آیا ہے اس میں اُنھوں نے وہاں کے حالات لکھے ہیں۔ ایسی عجیب و غریب باتیں ہیں کہ آج تک کسی کہانی میں نہیں سُنیں۔ آج رات کو وہ حالات سُنائے جائینگے۔ چنانچہ وہ بھی اپنی اپنی ماؤں کو ساتھ لے کر رات کو آئیں۔ سعیدہ نے کئی دن میں وہ داستان تمام کی۔ سب بہت خوش ہوئے۔ اور اکثر باتوں کو سُن کر بہت حیران ہوئے۔ سعیدہ نے کہا کہ ایسی ایسی باتوں سے میرا جی بہت خوش ہوتا ہے۔ ان سے معلومات اور عقل بڑھتی ہے۔ واہیات بے اصل جھوٹی جھوٹی کہانیاں دیو۔ جن پری کے قصہ مجھے نہیں بھاتے۔ ایک بات بھی انسان کی عقل میں نہیں آتی۔ ان کو سُن کر جھوٹ بولنا تو البتہ انسان خوب سیکھ جائے۔ اس کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ اگر قصّوں کا شوق ہو تو انسان کو چاہیئے کہ تاریخ کی کتابوں کی سیر کیا کرے۔ چنانچہ اس دن سے یہ معمول ٹھیرا کہ رات

کو ایک گھنٹہ سعیدہ تاریخ ہندوستان پڑھا کرتی۔
اور سب بیبیاں بیٹھ کر سُنا کرتیں۔ اس کے علاوہ
محلہ میں جس عورت کا خاوند یا باپ بھائی کہیں سفر
میں ہوتا اور اُس کو خط لکھوانا ہوتا یا اُس کا خط
آتا وہ سیدھی ان کے ہاں چلی آتی۔ سعیدہ اُسی وقت
پڑھ کر سُنا دیتی اور خط کا جواب لکھ دیتی۔ وہ دُعائیں
دیتی ہوئی چلی جاتی۔ پھر تو بی سعیدہ کا یہ عالم
ہو گیا کہ اپنی ماں اور گھر کے لوگ تو درکنار رہے
جہاں کہیں ماں کے ساتھ مہمان جاتیں سب بیبیاں
انہیں کی طرف دیکھتیں۔ اور ان کی تعریفیں کرتیں
اور بڑی عزّت و توقیر کرتیں۔ جب اس بات کا چرچا
شرفاے شہر کے گھروں میں ہوا تو بعض بعض عالی
خاندان لوگوں نے نسبت کا پیغام دیا۔ سعیدہ کے
نانا نے گھر میں ذکر کیا۔ ماں نے کہا مرزا شریف
چین میں ہیں میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ جب وہ آئینگے
تو کچھ جواب دینگے۔ غرض زمانہ گزرتے کچھ دیر
نہیں لگتی۔ اسی طرح خطوں کی آمد و رفت میں پانچ
برس گزر گئے۔ وہاں مرزا شریف نے بھی سب
کار و بار سے فراغت پائی۔ چین کا مال تجارت
جو ہندوستان میں خاطر خواہ قیمت پاتا ہے۔ خریدا۔
عزیزوں اور دوست آشناؤں کے لئے تحفہ تحائف
لئے۔ خاقان چین کے دربار سے رخصت کا خلعت
حاصل کیا۔ اور سب گماشتوں کو حساب کتاب سپرد

کر کے وطن کو روانہ ہوا۔ خدا کی عنایت اس کی نیک نیتی کے ساتھ رفیق راہ تھی۔ صحیح و سلامت آن پہنچا۔ سب اپنے بیگانے دوست آشنا پیشوائی کے واسطے گئے۔ جب مکان پر پہنچا سب سے مل جُل کر گھر میں گیا۔ سب سے پہلے سعیدہ کو بہت پیار کیا۔ پھر سب گھر کے لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوا۔

اکبر آباد میں ایک نواب مبارک علی خاں رئیس تھے۔ کہ اُن کا خاندان قدیم الایّام سے مُعزّز اور ممتاز چلا آتا تھا۔ اور سرکار سے بھی ان کو جاگیر ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ مرزا شریف سے بھی اُن کی دوستی تھی۔ اُنھوں نے جو سعیدہ کے یہ حالات و کمالات اپنے گھر کی بیبیوں کی زبانی سُنے تو اپنے بیٹے مبارک حسین خاں کے لئے نسبت کا پیغام بھیجا۔ مرزا شریف نے پہلے اپنی بیوی سے پھر اور خویش و اقارب دوست آشناؤں سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا کہ ایسے عالی خاندان امیر خود تم سے اِس بات کے خواستگار ہیں اسے محض اللہ کا کرم سمجھنا چاہیئے۔ اس سے بہتر کوئی بات نہیں۔ خدا مبارک کرے۔ تم بے تامّل بسم اللہ کرو۔ چنانچہ مرزا شریف نے جواب میں رقعۂ منظوری بھیج دیا۔ اور بات قرار پا گئی۔ اور یہ بھی لکھ بھیجا کہ جیسا ہندوستان میں منگنی ساچق مہندی برات کا دستور ہے ان واہیات باتوں کا نہ ہماری ولایت ایران میں رواج ہے۔

اور نہ یہ باتیں ہم جانیں۔ اس سے بہتر یہ ہے
کہ جب آپ مُناسب سمجھیں ایک تاریخ مقرر کر کے
ہمیں اِطّلاع دیں کہ ہم بھی اپنے ہاں سامان دُرست
کریں۔ اور اس کار خیر کو بانجام پہنچائیں۔ آرائش
جلوس ناچ رنگ نوبت نقارہ وغیرہ میں ایک تو
روپیہ تباہ کرنا دوسرے خدا کی نافرمانی میں گرفتار
ہونا فقط بے وقوفی ہے۔ اس کا بھی جو کچھ
روپیہ ہو اگر دُولہ دُلھن کے ملبوسات اور زیور
میں بڑھا دیا جاے تو بہت مناسب ہے۔ اگرچہ
دوست آشناؤں نے دونو طرف شیاطین کی طرح
خلل اندازی کی۔ لیکن چونکہ نواب مبارک علی خاں
بھی دانشمند اور فہمیدہ آدمی تھے انہوں نے
ایک کی بات نہ سُنی اور چند روز کے بعد ایک
دن مرزا شریف کو اطّلاع دی۔ آپس کے مشورہ
سے مبارک شب نیک ساعت دیکھ کر دن مقرر
کیا۔ ایک دن دونو صاحبوں نے اپنے اپنے
دوست آشناؤں کو بُلا کر دعوت کی۔ غریب غربا کو
کھانے کھلائے۔ رات کو دولہ کی سواری بڑی
شان و شکوہ سے لے کر مرزا شریف کے ہاں
آئے۔ اُنہوں نے بھی مکان کو آرائش و زیبائش
فرش فروش جھاڑ فانوس سے بہشت کا نمونہ بنا
رکھا تھا۔ سب کو وہاں بٹھایا۔ زنانی سواریاں
حرم سرا میں اُتریں۔ سب کو عطر پان تقسیم ہُوئے۔

قاضی صاحب کی خدمت میں صیغۂ نکاح پڑھنے کے لئے عرض کیا گیا۔ چونکہ ہندوستان میں ایسے موقع پر مہر کی تکرار بہت طول کھینچتی ہے۔اس واسطے قاضی جی نے پوچھا کہ مہر کے باب میں کیا ارشاد ہے۔ مرزا شریف نے کہا مجھے اب اِس بات میں کچھ دخل نہیں۔ نواب صاحب سے پوچھو وہی مالک ہیں۔ جب مبارک علی خاں نے یہ بات سُنی تو اُن کا دل موم ہو گیا۔ نہایت خوش ہوئے اور کہا کہ مرزا صاحب جو چاہیں فرما دیں مجھے ہرگز انکار نہ ہوگا۔ مرزا شریف نے کہا کہ بموجب شرع شریف کار خیر ہے۔ اُس پر زیادتی کرنی فضول ہے۔ اب قاضی صاحب ہی خود مالک و مختار ہیں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے حکم شرع کے بموجب نکاح پڑھا۔ چاروں طرف سے مبارک سلامت کی دھوم ہوئی۔ اہل محفل کو شیرینی تقسیم کر کے سب کا مُنہ میٹھا کیا۔ اس کے بعد جہیز کا اسباب باہر نکالا گیا۔ دُلھن پالکی میں سوار ہوئی۔مبارک علی خاں برات کو لے کر خوشی خوشی اپنے گھر آئے۔ بی سعیدہ اور مبارک حسین خاں عیش و آرام سے اپنے گھر میں رہنے لگے۔

تمّت بالخیر

شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم کی تصنیفات

سخندان فارس } زبانِ فارسی کی ایک مکمل تاریخ ہے۔ مصنف نے پندرہ برس کی محنت میں اسے تیار کیا ہے۔ نہایت قابل قدر اور دلچسپ کتاب ہے۔ مختلف زبانوں کے مقابلہ سے قوموں کے باہمی رشتوں کے مٹے ہوئے سراغ دکھائے ہیں۔ ژند۔ پہلوی۔ دری۔ سنسکرت کے الفاظ کا مقابلہ کرکے تاریخی نتائج نکالے ہیں۔ ایران کے رسم و رواجِ قدیمہ کا مقابلہ ہندوستان کے ساتھ کیا ہے اور اپنی سیاحتِ ایران کے دلچسپ حالات موقع موقع پر درج کئے ہیں۔ مشہور مصنفین کے کلام نظم و نثر کے مابہ الامتیاز دکھائے ہیں ؛

حصۂ اوّل جو پہلے مطبع رفاہ عام سے مختصر رسالہ کی صورت میں شائع ہوا تھا۔ اصل کتاب کی ابتدائی تمہید تھی۔ اب مکمل کتاب چھپی ہے۔ زبان فارسی کی ایسی تاریخ آج تک ہندوستان میں نہیں لکھی گئی۔ مولانا آزاد مرحوم کا ایک فوٹو جو لندن سے چھپوا کر منگایا ہے۔ اوّل میں لگا دیا ہے۔ اعلےٰ درجے کے ڈمائی کاغذ پر تقطیع ۲۰ × ۲۶۔ حجم ۴۲۴ صفحہ قیمت عا ۸ ؛

قندِ پارسی } فارسی زبان کے سیکھنے کے لئے ایک مفید رسالہ ہے۔ مصنف نے سیاحت ایران میں جو مختلف اشخاص سے گفتگوئیں کیں جس قدر کارآمد ہیں تمام اس میں درج ہیں زمانۂ حال کی فارسی کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ سفید ڈمائی کاغذ پر تقطیع ۲۲ × ۲۹ چھوٹی۔ حجم ۲۲۰ صفحہ۔ قیمت ۸/ ؛

دربار اکبری

جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان
اور اس کے امراے جلیل القدر کے دلچسپ
حالات - اصل میں یہ کتاب اُس عہد کی
ہندوستان کی تاریخ ہے - پہلے ایک دفعہ چھپی
تھی - اب دوسری دفعہ مصنف کے اصل مسودہ کے
مطابق چھپی ہے - اور جو تغیر و تبدّل پہلے اڈیشن
میں کیا گیا تھا اس میں نہیں ہے - مصنف کا فوٹو
گراف اوّل میں لگایا ہے - اعلےٰ درجہ کے
سفید ولایتی کاغذ پر تقطیع ۲۲ × ۲۹ -
حجم تقریباً ۸۵۰ صفحے -
قیمت للعہ ؍

المشتہر
خلیفہ سیّد محمّد سالم مینجر آزاد بُک ڈپو
اکبری منڈی - لاہور

GOVERNMENT COLLEGE LIBRARY

اسد اللہ کاتب